عنبر بتول ابدال

دردی اماں ہے تو

میک اپ زدہ چہرے خوشی سے کھلے ہوئے تھے۔ ہال میں موجود لوگوں کے چہروں پہ مسکراہٹیں بکھری تھیں۔ رنگین آنچل ادھر ادھر لہراتے ہوئے لڑکیاں کبھی سیلفی تو کبھی گروپ فوٹو بنانے میں مصروف تھیں۔ سب انتظامات مکمل تھے اور تو اور اقصیٰ بھی پارلر سے تیار ہو کر ہال میں پہنچ چکی تھی۔

فاخرہ بیگم نے نم آنکھوں سے اقصیٰ کی طرف دیکھا۔ جو نظر لگ جانے کی حد تک خوب صورت لگ رہی تھی۔ ماں نے تو نظر لگ جانے کے خیال سے اسے نظر بھر کے بھی نہیں دیکھا تھا۔ اقصیٰ کے گرد کزنز گھیرا ڈالے کھڑی تھیں۔ جب فاخرہ بیگم نے ٹشو سے اپنی آنکھوں کے نم کنارے کو صاف کیا۔ اور سدرہ کو اشارہ کیا۔ سدرہ فوراً ہی ماں کے قریب آئی۔

''بارات کیوں نہیں آئی ابھی تک، تمہارے بابا بھی کئی بار پوچھ چکے ہیں۔ تمہارے سسرال والے کبھی کوئی کام وقت پہ کر لیں، ہو ہی نہیں سکتا۔ پتا بھی ہے، ہال والے مقررہ وقت سے ایک منٹ بھی اوپر نہیں ٹھہرنے دیتے۔'' انہوں نے ہلکی سی خفگی سے بڑی بیٹی کو گھورتے ہوئے کہا۔

''میں اسفند کو فون کرتی ہوں۔'' سدرہ نے بازو میں ڈالے پرس سے فون نکالا اور شوہر کا نمبر ڈائل کیا۔ بیل تو جا رہی تھی مگر اسفند فون نہیں اٹھا رہا تھا۔

''کیا ہوا؟'' فاخرہ بیگم نے بے تابی سے استفسار کیا۔

''امی! اسفند فون نہیں اٹھا رہے۔ لگتا ہے بارات نکل چکی ہے۔'' سدرہ نے کہہ کر اطمینان سے فون واپس پرس میں رکھا۔ اور اقصیٰ کی طرف پلٹی۔

''چلو بھئی لڑکیوں اب تھوڑی دیر اقصیٰ کو سکون سے بیٹھنے دو۔ بارات نکل چکی ہے۔ آپ سب باہر

www.zemtime.com

جا کر بارات کے استقبال کا انتظام کریں۔"
سدرہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ تو سب لڑکیاں اثبات میں سر ہلاتی برائیڈل روم سے نکل گئیں۔
فاخرہ بیگم تو پہلے ہی باہر جا چکی تھیں۔

www.zemtime.com

''ماشاء اللہ آج تو میری بہن کوئی اپسرا لگ رہی ہے۔ آسمان سے اُتری کوئی حور۔'' سدرہ نے اقصیٰ کو اپنے ساتھ لگاتے ہوئے کہا۔ تو تفاخر سے اقصیٰ کی اوپر اٹھی ہوئی گردن اور بھی اکڑ گئی۔

''سکندر تو دیکھتے ہی پاگل ہو جائے گا۔'' کوئی خیال سدرہ کے ذہن کے پردے پہ لہرایا۔ تو وہ بے ساختہ ہی کہہ اٹھی۔ سکندر کے نام پہ اقصیٰ کے سرخ گال اور بھی دہکنے لگے تھے۔ تھوڑا مغرور اور اکڑو سکندر اس کی نظروں کے سامنے آ ٹھہرا۔ تو لبوں پہ خود بخود شرمگیں مسکراہٹ ہو گئی۔

''سدرہ! تمہیں بابا بلا رہے ہیں۔'' فاخرہ بیگم کہتے ہوئے برائیڈل روم میں داخل ہوئیں۔ اس سے پہلے کہ سدرہ کھڑی ہوتی۔ فاخرہ بیگم کے عقب سے نکل کر سجاد صاحب آگے آ گئے۔

''کہاں رہ گئے ہیں وہ لوگ سدرہ؟ سب لوگ پوچھ رہے ہیں کہ ایک ہی شہر میں ہو کر بارات اتنی لیٹ کیوں ہے۔'' وہ خفگی سے کہتے ہوئے سدرہ سے پوچھ رہے تھے۔

''ابو! مجھے کیا معلوم، میں تو.....'' انہیں غصے میں دیکھ کر سدرہ روہانسی ہوئی۔

''آرام سے بات کریں۔ سدرہ تو صبح سے آئی ہوئی ہے۔ اب اسے کیا معلوم، وہاں کیا مسئلہ ہے۔ اسفند بھی تو فون نہیں اٹھا رہا۔'' پریشان تو وہ خود بھی تھیں۔ مگر سدرہ کی شکل دیکھ کر انہوں نے رسانیت سے کہتے ہوئے ان کے کندھے پہ ہاتھ رکھا۔

''اسفند کو فون کرو۔ اس سے کہو کیا تماشا ہے یہ۔ سارے مہمان آ چکے ہیں۔ اور وہ لوگ ابھی تک نہیں پہنچے۔''

سجاد صاحب نے تحکم بھرے انداز میں کہا۔ تو سدرہ فوراً ہی فون نکال کر کال ملانے لگی۔ حسب معمول اسفند نے فون نہیں اٹھایا۔

''حد سے زیادہ لاپروا لوگ ہیں تمہارے سسرال والے۔'' سجاد صاحب نے غصے سے کہا اور باہر نکل گئے۔ سدرہ کا چہرہ دھواں دھواں ہو رہا تھا۔

''تمہارے ابو پریشان ہیں۔ گھنٹہ بھر سے بھی زیادہ ہو گیا ہے مہمانوں کو آئے ہوئے غصہ تو آئے گا۔'' فاخرہ بیگم رسانیت سے کہتی پلٹ گئیں۔ اب کے سدرہ بھی ان کے عقب میں چلی آئی تھی۔

☆☆☆

کتنا وقت گزر چکا تھا۔ غصہ اور خفگی اب پریشانی میں ڈھلنے لگی تھی۔

''ابو! میں جا کر پتا کر کے آتا ہوں۔'' احمد نے باپ کے کندھے پہ ہاتھ رکھ کر ہلکے سے دبایا۔ سجاد صاحب نے ایک نظر اپنے پاس کھڑے بیٹے پہ ڈالی۔ اور دوسری نظر ہال میں بیٹھے مہمانوں پہ جن کی ایک دوسرے کے کانوں میں ہونے والی سرگوشیاں لمحہ بہ لمحہ بلند ہوتی جا رہی تھیں۔ تصویریں بناتی لڑکیاں تھک کر اپنی اپنی جگہوں پہ بیٹھ چکی تھیں۔ بچے بھوک سے تنگ آ کر ماؤں کے پلو کھینچ رہے تھے۔ ایسے میں سجاد صاحب کے چہرے کی اُڑتی ہوائیاں کسی سے پوشیدہ نہیں تھیں۔

سدرہ الگ مجرم نہ ہوتے ہوئے بھی سر جھکائے کھڑی تھی۔ اور فاخرہ بیگم کی ٹانگیں ان کا وزن سہارنے سے انکار کر رہی تھیں۔ ایک احمد بھائی ہی تھے۔ جنہوں نے جیسے تیسے خود کو سنبھالا ہوا تھا۔

''ہاں جاؤ۔'' سجاد صاحب نے آہستہ سے کہا۔

احمد مڑا ہی تھا کہ نظر سامنے سے آتے اسفند اور اس کے ماں باپ پہ پڑی۔ مضمحل اور پریشان، انہیں دیکھتے ہی ہال میں ہوتی سرگوشیاں مزید بلند ہوئیں۔

''آنٹی! انکل!'' احمد نے زیر لب کہا۔ اور تیزی سے ان کی سمت بڑھا۔

''ہمیں کچھ بات کرنی ہے۔ پلیز ایک طرف چلیں۔'' اسفند نے قریب آتے ہوئے آہستہ سے کہا۔

''کیا بات کرنی ہے؟ آپ لوگ کیا کر رہے ہیں۔ بارات کہاں ہے۔ سکندر کہاں ہے۔'' سدرہ نے بے تابی سے سوال کیا۔ اسفند اس کی طرف دیکھ کر رہ گیا۔

www.zemtime.com

"میری جان مت نکالو بیٹا! سکندر کہاں ہے سمدھن جی۔"

اب کے فاخرہ، قمر بیگم کی طرف مڑیں۔ جواب میں وہ آنسوؤں سے بھری نظریں اٹھا کر فاخرہ بیگم کو دیکھ کر رہ گئیں۔

"ہمیں معاف کر دیں انکل۔" اسفند نے سب کی آنکھوں میں چھپے ہزاروں سوالوں سے نظریں چراتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب ہے ان سب باتوں کا؟"

دل کڑا کر کے سجاد صاحب نے خشمگیں نگاہوں سے اسفند کو دیکھا۔ "سکندر عین بارات کے دن جانے کہاں چلا گیا۔ ہم نے اسے ہر جگہ ڈھونڈنے کی کوشش کی مگر....." اسفند نے ڈرتے ڈرتے بات ادھوری چھوڑی۔ "کیا مطلب ہے تمہارا۔ عین بارات کے وقت وہ کہاں بھاگ گیا۔"

احمد بھائی نے غصے سے اسے گھورا۔

"وہ افضیٰ سے شادی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ ہمارے اصرار پہ مان تو گیا تھا لیکن....." نسیم صاحب نے گلوگیر لہجے میں گویا دھماکہ کیا تھا۔ سجاد صاحب کا چہرہ لٹھے کی مانند سفید ہو گیا۔ اور احمد تو خود ایک لٹھے کے لیے سناٹے میں آ گیا۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ بھائی صاحب میری بیٹی دلہن بنی بیٹھی ہے۔ اس کے ہاتھوں میں آپ کے بیٹے کے نام کی مہندی رچی ہے۔ نکاح خواں پہنچ چکا ہے۔ سارے رشتے دار، دوست احباب بھی آ چکے ہیں۔ اور اس وقت آپ کہہ رہے ہیں۔ کہ سکندر شادی پہ راضی نہیں تھا۔" فاخرہ بیگم کا لہجہ کپکپا رہا تھا۔ اور پورا وجود لرزے کی زد میں تھا۔

"میں معافی مانگتا ہوں، آپ سے۔" نسیم صاحب نے نم آنکھوں سے سجاد اور احمد کی طرف دیکھا۔ اور ان کے سامنے اپنے دونوں ہاتھوں کو باندھ دیا۔

"ہمیں آپ کے بندھے ہوئے ہاتھوں کی

بیوٹی بکس کا تیار کردہ

سوہنی ہیئر آئل

SOHNI HAIR OIL

- گرتے ہوئے بالوں کو روکتا ہے
- نئے بال اگاتا ہے۔
- بالوں کو مضبوط اور چمکدار بناتا ہے۔
- مردوں، عورتوں اور بچوں کے لئے یکساں مفید۔
- ہر موسم میں استعمال کیا جا سکتا ہے۔

قیمت -/150 روپے

سوہنی ہیئر آئل 12 جڑی بوٹیوں کا مرکب ہے اور اس کی تیاری کے مراحل بہت مشکل ہیں لہذا یہ تھوڑی مقدار میں تیار ہوتا ہے، یہ بازار میں یا کسی دوسرے شہر میں دستیاب نہیں، کراچی میں دستی خریدا جا سکتا ہے۔ ایک بوتل کی قیمت صرف -/150 روپے ہے، دوسرے شہر والے منی آڈر بھیج کر رجسٹرڈ پارسل سے منگوالیں، رجسٹری سے منگوانے والے منی آڈر اس حساب سے بھجوائیں۔

2 بوتلوں کے لئے ---------- -/400 روپے
3 بوتلوں کے لئے ---------- -/600 روپے
6 بوتلوں کے لئے ---------- -/1100 روپے

نوٹ: اس میں ڈاک خرچ اور پیکنگ چارجز شامل ہیں۔

منی آڈر بھیجنے کے لئے ہمارا پتہ:

بیوٹی بکس، 53۔ اورنگزیب مارکیٹ، سیکنڈ فلور، ایم اے جناح روڈ، کراچی

دستی خریدنے والے حضرات سوہنی ہیئر آئل ان جگہوں سے حاصل کریں

بیوٹی بکس، 53۔ اورنگزیب مارکیٹ، سیکنڈ فلور، ایم اے جناح روڈ، کراچی

مکتبہ عمران ڈائجسٹ، 37۔ اردو بازار، کراچی۔

فون نمبر: 32735021

www.zemtime.com

ضرورت نہیں ہے۔" احمد غصے سے آگے بڑھا۔
"سکندر کو ابھی اور اسی وقت بلائیں یہاں۔"
"ہم نے اسے ہر جگہ ڈھونڈا ہے مگر....."
اسفند نے احمد کے کندھے پہ ہاتھ رکھا۔ جسے اس نے اگلے لمحے ہی درشتی سے جھٹک دیا۔
"سدرہ! یہ کیا تماشا تم نے اپنے سسرال والوں کے ساتھ مل کر رچایا ہے۔" اب کے احمد نے پاس کھڑی روتی ہوئی سدرہ کو مخاطب کیا۔
"سکندر کو بلائیں اسفند! ہم برباد ہو جائیں گے۔ ہم کسی کو بھی منہ دکھانے کے قابل نہیں رہیں گے۔" سدرہ بے تابی سے کہتے ہوئے اسفند کا بازو تھام کر بولی۔
"کیا ہو رہا ہے بھئی، بارات کہاں ہے۔ لوگ بیٹھے بیٹھے تنگ آ چکے ہیں۔ اور آپ لوگ۔" ثریا بیگم سب سے الگ تھلگ کونے میں کھڑے سجاد صاحب کے قریب آئیں۔ مگر بھائی کی اڑی رنگت، احمد کا غصہ اور سدرہ اور فاخرہ بیگم کی نم آنکھیں دیکھ کر ٹھٹھک کر رک گئیں۔ پھر انہوں نے اسفند اور اس کے باپ کو دیکھا۔
"کیا ہوا، سب ٹھیک ہے نا۔" انہوں نے باری باری سب کا چہرہ دیکھا۔ سجاد صاحب سے کھڑا رہنا محال ہو رہا تھا۔ وہ اپنی جگہ لڑکھڑا سے گئے۔ احمد نے جلدی سے آگے بڑھ کر باپ کو تھاما۔ اور پاس پڑی کرسی کھینچ کر انہیں بٹھایا۔
"ہاں، بھائی کہاں ہے بارات۔ یہ کیا تماشا لگا رکھا ہے؟" کمر پہ ہاتھ رکھے ثریا بیگم نے ابرو اچکا کر سکندر کی ماں سے استفسار کیا۔ جواب منہ پہ دوپٹہ رکھے رونے میں مشغول تھیں۔
"یہی ہوتا ہے۔ اپنوں کو انکار کرنے اور دوسروں پہ اعتبار کرنے کا انجام۔" ساری کہانی ان کی سمجھ میں آ چکی تھی۔ انہوں نے طنز کیا۔ جو سیدھا جا کر سجاد صاحب کے دل پہ لگا تھا۔
"اسفند! اسے بلائیں۔" سدرہ شدت سے رو دی۔

"معاف کر دیں ہمیں۔ ہم بہت شرمندہ ہیں۔" وہ شرمندگی سے بولا۔
"اسفند تمہاری شرمندگی کافی نہیں ہے۔ سکندر کو بلاؤ۔" احمد نے جھنجلاہٹ بھرے انداز میں کہا۔
"اے بیٹا اگر اس نے آنا ہوتا۔ تو آ چکا ہوتا۔ میں تو کہہ رہی ہوں۔"
"پھوپھو! آپ کچھ مت کہیں۔" سدرہ نے روتے ہوئے سر اٹھا کر کہا۔ کیونکہ وہ جانتی تھی اب ثریا بیگم کوئی بھی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیں گی۔
"اے بی بی! میرے منہ مت لگو۔ بہتر ہے، پہلے تم اپنے سسرال والوں سے نپٹ لو۔" ثریا بیگم نے نخوت سے کہا۔
"میری بچی جیتے جی مر جائے گی۔ اگر سکندر یہاں شادی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ تو پھر آپ لوگوں نے زبردستی کیوں اسے تیار کیا۔ اور اگر تیار کیا تھا۔ تو وہ کہاں ہے؟" اقصیٰ کی حالت کا سوچ سوچ کر فاخرہ بیگم کا دل بیٹھا جا رہا تھا۔
"آپ لوگ یہاں سے چلے جائیں۔" سجاد صاحب نے سر اٹھا کر آنسو ـــــ بھری نگاہیں ان تینوں پہ ڈالیں۔
"انکل آپ۔" اسفند نے کچھ کہنا چاہا۔ لیکن سجاد صاحب نے ہاتھ اٹھا کر اسے کچھ بھی بولنے سے منع کیا۔
"چلے جائیں" ان کے لہجے میں بلا کی سختی تھی۔ اسفند نے بے بسی سے سدرہ کی طرف دیکھا۔ جس نے تنفر سے رخ موڑ لیا۔
"ایک بار ہماری مجبوری....." نسیم صاحب نے کچھ کہنا چاہا۔
"مجبوری۔ نسیم صاحب! آپ کی یہ مجبوری میری بچی کی زندگی برباد کر گئی ہے۔ عین بارات والے دن آپ کا بیٹا میری بیٹی کو ٹھکرا کر چلا گیا۔ آپ اس کا مطلب جانتے بھی ہیں۔ شاید نہیں جانتے ہوں گے کیونکہ آپ بیٹی کے باپ نہیں ہیں۔ یہ معاشرہ یہ لوگ میری بچی کو بے گناہ ہوتے ہوئے

www.zemtime.com

بھی باتیں سنانے سے گریز نہیں کریں گے۔ یہ لوگ بار بار اسے یاد دلائیں گے۔ کہ عین شادی کے وقت اس کا ہونے والا شوہر شادی سے انکار کر کے بھاگ گیا۔ میری بیٹی ان کا نشانہ ہوگی، اسے.....'' سجاد صاحب کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے۔

''ابو۔'' احمد نے ضبط کرتے ہوئے انہیں تھاما۔

''چلے جائیں۔ آپ لوگ یہاں سے چلے جائیں۔'' سجاد صاحب کہہ کر رو پڑے۔ ''سب لوگوں سے کہہ دو چلے جائیں۔ سب سے کہہ دو ہم شرمندہ ہیں۔ بھیج دو سب کو۔'' سجاد صاحب کہتے ہوئے کرسی پہ گرنے کے سے انداز میں بیٹھ گئے۔

''ابو اپنے آپ کو سنبھالیں۔'' احمد نے ان کی پشت کو سہلایا۔ اسفند خاموشی سے اپنے ماں باپ کو لے کر ان کی نظروں کے سامنے سے ہٹ گیا۔

''فاخرہ! یہ ثریا کیا کہہ رہی ہے؟'' سر پہ سرکتے دوپٹے کو پھر سے جماتے ہوئے مہناز بیگم قریب آئیں۔

ان کے چہرے اور لہجے میں طنز کی جگہ فکرمندی تھی۔ اس سے پہلے کہ فاخرہ بیگم کوئی جواب دیتیں۔ خاندان کے کتنے ہی لوگ ان کے قریب چلے آئے۔ ثریا بیگم کے توسط سے سب کو اس انہونی کی خبر مل چکی تھی۔ ان کے گرد کتنے ہی چہروں پہ کھوج کے تاثرات رقم تھے۔

''ہائے ہائے سدرہ! یہ تم نے اپنی چھوٹی بہن کے ساتھ کیسا ظلم کیا۔ جب تمہارا دیور شادی کے لیے تیار نہیں تھا۔ تو پھر تم نے کیوں اپنے ماں باپ کے ساتھ یہ ظلم کیا۔ کچھ تو بہن کی عزت کا خیال کر لیتیں۔

جتنے منہ تھے اتنی باتیں وہ چاروں بے اختیار رو پڑے تھے۔ کسی کے چہرے پہ تمسخر تھا تو کسی کے چہرے پہ ہمدردی۔ مگر اس وقت یہ دونوں چیزیں ہی سجاد صاحب کو سخت تکلیف دے رہی تھیں۔ قریب کھڑی مہناز بیگم کی آنکھیں بھی نم تھیں۔

''آپ سب لوگ اپنے اپنے گھروں کو لوٹ جائیں۔ ہم سب بہت شرمندہ ہیں۔'' سجاد احمد نے گلوگیر لہجے میں اپنے اپنے خیالات کا اظہار کرتے رشتے داروں سے کہا۔

''سجاد بھائی! دیکھ لیا بیوی اور بیٹی کے اشاروں پہ چلنے کا انجام۔ کتنے مان سے میں اپنے بیٹے کا رشتہ لے کر آئی تھی۔ اور تم لوگوں نے صاف جواب دے دیا۔ آخر میرے بیٹے میں کمی کیا تھی۔ بس پڑھا ہوا کم تھا۔ اب تم کرلو پڑھے لکھے لڑکے سے اپنی پڑھی لکھی بیٹی کا رشتہ۔'' ثریا بیگم نے ہاتھ ہوا میں لہرا، لہرا کر سجاد صاحب کو طنز کے نشتر مارے۔ مگر اس وقت سجاد صاحب کب کچھ سن رہے تھے۔ ایک خیال ان کے ذہن میں سرعت سے آیا۔ بہن کے طنز کو نظر انداز کیا۔ اور اٹھ کھڑے ہوئے۔

''آپا! اگر آپ چاہیں تو میں ٹیپو سے اقصیٰ کا نکاح کرنے کے لیے تیار ہوں۔''

''ابو۔'' سجاد صاحب کی بات پہ سدرہ اور احمد نے حیرانی سے باپ کی طرف دیکھا۔ یار اون آوارہ گردی کرنے والا ٹیپو کسی بھی لحاظ سے اقصیٰ کے قابل نہیں تھا۔

''اونہہ۔'' ثریا بیگم نے ہنکارا بھرا۔

''ٹھکرائی ہوئی لڑکی کا رشتہ میں کیوں لوں؟'' ان کے لفظ زیادہ زہریلے تھے کہ انداز۔ سجاد صاحب تکلیف سے نیلو نیل ہو گئے۔ ان کے چہرے کی رنگت بدلی اور وہ لڑکھڑا گئے۔ پہلا پتھر ان کی اپنی سگی بہن کی طرف سے آیا تھا۔ اسی لیے تکلیف حد سے سوا تھی۔ فاخرہ بیگم تو ساکت کھڑی بے حس نند کو دیکھ رہی تھیں۔ اس سے پہلے کہ احمد کچھ بولتا۔ مہناز بیگم بول پڑیں۔

''خدا کا خوف کرو ثریا۔ اقصیٰ ہماری بچی ہے اور جو اس کے ساتھ ہوا ہے۔ اللہ کسی بچی کے ساتھ یہ نہ کرے۔ بھائی صاحب!'' اب کے وہ سجاد صاحب کی طرف مڑیں۔ ''اگر آپ کو منظور ہو تو میں اپنے بیٹے سے ابھی اور اسی وقت اقصیٰ کی شادی کے لیے تیار ہوں۔ میرے پاس آپ لوگوں جتنا تو نہیں۔ لیکن.....''

مہناز بیگم کیا بول رہی تھیں۔ کسی کو بھی اپنے

www.zemtime.com

کانوں پہ یقین نہیں آ رہا تھا۔

''مہناز یہ تم کیا کہہ رہی ہو۔'' فاخرہ نے لرزتی ہوئی آواز میں اپنی تایازاد بہن سے کہا۔

''بیٹیاں تو سب کی سانجھی ہوتی ہیں۔ فاخرہ.....! جیسے میری بیٹیاں ہیں۔ ویسے ہی میرے لیے اقصیٰ ہے۔ جو حادثہ آج اقصیٰ کے ساتھ ہوا۔ وہ میری بچی کے ساتھ بھی تو ہو سکتا تھا۔ اس میں آپ کا یا اقصیٰ کا کیا قصور ہے۔''

وہ ہمیشہ سے ایسی ہی تھیں۔ ہمدرد، نرم دل۔ کسی کو تکلیف میں دیکھ کر تڑپ جاتیں۔ اور جب تک سامنے والے کی پریشانی ختم نہ ہوتی۔ تب تک خود بھی پریشان رہتیں۔ اسی عادت کی وجہ سے مہناز بیگم کو خاندان اور محلے میں ایدھی کے نام سے پکارا جاتا تھا۔

اور آج وہ سجاد صاحب کے گھر کے لیے مسیحا بن کر آئی تھیں۔ ''آپ، آپ سچ کہہ رہی ہیں۔'' سجاد احمد کے ڈولتے دل کو قرار آیا۔ انہیں یقین نہیں آ رہا تھا۔

''میں بالکل سچ کہہ رہی ہوں بھائی صاحب؟''

مہناز بیگم نے روتی ہوئی فاخرہ کو اپنے ساتھ لگاتے ہوئے کہا۔ سدرہ اور احمد کی نظروں میں ممنونیت ابھری تھی۔

''میرا بیٹا میرے ساتھ آیا ہے۔ میں زوہیب کو بلاتی ہوں۔'' مہناز نے اپنے بڑے بیٹے کا نام لیا۔ تو احمد ''میں بلا کر لاتا ہوں۔'' کہہ کر مردانے کی سمت بڑھا۔

''میرے پاس شکریہ کے لیے الفاظ نہیں ہیں۔ مہناز بہن! آپ نے اس وقت میری پگڑی کو اٹھا کر میرے سر پہ رکھا ہے۔ جب میرے اپنے اس پہ پاؤں رکھ کر گزرنا چاہ رہے تھے۔'' سجاد صاحب نے مہناز بیگم کے سامنے ہاتھ باندھتے ہوئے گلوگیر لہجے میں کہا۔ تو انہوں نے آگے بڑھ کر جلدی سے ان کے بندھے ہوئے ہاتھوں کو کھول دیا۔

''شرمندہ کر رہے ہیں بھائی صاحب۔ ایسے مت کریں۔'' انہوں نے سادگی سے کہا۔ اتنے میں احمد، زوہیب کو ساتھ لیے قریب آیا۔ سفید کاٹن کے کلف لگے سوٹ کے اوپر وہ براؤن رنگ کی واسکٹ پہنے ہوئے تھا۔ پانچ فٹ آٹھ انچ کے لمبے قد کے ساتھ وہ ایک اچھی پرسنالٹی کا لڑکا تھا۔ جو ایم اے ماس کمیونیکیشن کے ایگزامز پاس کرنے کے بعد آج کل نوکری کی تلاش میں تھا۔

''جی امی! آپ نے مجھے بلایا۔'' وہ ماں کے قریب آتے ہوئے دھیمے سے بولا۔

''آں ہاں بیٹا! مجھے تم سے ضروری بات کرنا ہے۔'' وہ زوہیب کا بازو تھامے اردگرد کھڑے لوگوں سے قدرے دور کھڑی ہوئیں۔

''افوہ امی! میرے بازو کی کریز تو مت خراب کریں۔'' زوہیب نے دہائی دی۔ مہناز بیگم نے اس کی دہائی کو یکسر نظرانداز کیا۔ اور سیدھے مدعے پہ آ گئیں۔ زوہیب کا منہ ان کی بات پہ حیرت سے کھلتا ـــ پوری طرح کھل چکا تھا۔

''بس میں نے سب کے بیچ کھڑے ہو کر کہہ دیا ہے۔ میں اپنے زوہیب کی شادی اقصیٰ سے کرنے کو تیار ہوں۔'' مہناز بیگم نے کہتے ہوئے زوہیب کا اطمینان غارت کیا۔

''کیا ہو گیا ہے امی! گھر میں پہلے ہی کتنی تنگی ترشی سے گزارا ہو رہا ہے۔ آپ خوشی خوشی ایک اور جیتی جاگتی انسان کو شامل کرنا چاہتی ہیں۔ جانتی بھی ہیں۔ ہماری اور فاخرہ خالہ کی فیملی میں کتنا فرق ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا امی پلیز، آپ معذرت کر لیں۔''

''کیوں نہیں ہو سکتا۔ تم اپنی بکواس بند رکھو۔ دیکھو تو سہی، سجاد بھائی اور فاخرہ کتنے پریشان ہیں۔ سب لوگ تماشا دیکھنے کے لیے کھڑے ہیں۔ کہ دلہن بنی بیٹی کو کیسے گھر لے جائیں گے۔ بیٹا! یہ وقت ماں باپ کے لیے بہت کٹھن ہے۔ تمہاری بھی تو بہنیں ہیں۔ اگر تمہاری بہن کے ساتھ اس طرح کا واقعہ پیش آ جاتا تو کیا کرتے تم۔''

''لاحول ولاقوۃ۔ امی! آپ تو نان اسٹاپ بولے چلی جا رہی ہیں۔ خدانخواستہ میری بہن کے

www.zemtime.com

ساتھ ایسا کچھ کیوں ہوتا۔" زوہیب نے جھنجھلا کر کہا۔

"دیکھا بیٹا! جیسے تمہیں درد ہوا ہے۔ سوچو، اس وقت احمد کتنی تکلیف میں ہوگا۔ دوسرے کے درد کو محسوس کرنا انسانیت کی معراج ہے۔"

"لیکن امی!" زوہیب نے کچھ کہنا چاہا۔

"بس، اب منہ مت کھولنا۔ بس جب قاضی صاحب پوچھیں، تو جھٹ سے کہہ دینا قبول ہے، قبول ہے۔" مہناز بیگم بیٹے کو ڈپٹ کر کہتے ہوئے آگے بڑھ گئیں۔

"قبول ہے، قبول ہے۔" زوہیب نے بے دھیانی میں ان کے لفظوں کو دہرایا۔ پھر جھنجھلا کر سر جھٹکا اور اپنے پاس آتے احمد بھائی کی طرف دیکھا۔ جن کے چہرے اور آنکھوں میں امید کی جوت روشن تھی۔ زوہیب نے ترحم بھری نگاہ ان پہ ڈالی اور پھر اس کے لبوں پہ ہلکی سی مسکراہٹ ابھری۔ احمد نے آگے بڑھ کر بے اختیار ہی زوہیب کو گلے سے لگالیا۔

"تھینک یو زوہیب، تھینک یو۔" ان کا گلوگیر لہجہ زوہیب کو خاموش کروا گیا تھا۔

☆☆☆

جانے کس نے اقصیٰ کو اطلاع پہنچادی تھی۔ وہ ماں اور باپ کو دیکھتے ہی بے اختیار ان کے گلے لگ کر رونے لگی تھی۔ "بس بیٹا بس۔ آج کے بعد تمہاری آنکھوں میں سکندر کے نام پہ آنسو نہ آئیں۔"

سجاد صاحب نے بیٹی کو سینے سے لگاتے ہوئے کہا۔ اتنے میں مولوی صاحب کے آنے کا شور ہوا۔ اقصیٰ نے باپ کے سینے سے سر اٹھایا اور الجھ کر باپ کی طرف دیکھا۔

"میں نے جو کیا، تمہارے حق میں یہی بہتر تھا۔" انہوں نے اس کے سر پہ ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ اور فاخرہ بیگم کے ہاتھ سے چادر لے کر بیٹی کے سر پہ اوڑھا دی۔ اقصیٰ جو بہت کچھ کہنا چاہتی تھی۔ پتھر کی بن گئی تھی۔ ایجاب و قبول کے بعد وہ، مسز سکندر کے بجائے، مسز زوہیب بن گئی تھی۔ وہ عالم حیرت میں تھی۔ اس کے ہاتھوں پہ کسی اور نام کی مہندی رچی تھی۔ اور وہ سہاگن کسی اور کی بن گئی تھی۔ یہ کیسا بھیانک مذاق تھا۔ جو تقدیر نے اس کے ساتھ کیا تھا۔

رشتے داروں کے لیے کھانا کھول دیا گیا تھا۔ اور کچھ ہی دیر میں اقصیٰ کو اسٹیج پہ زوہیب کے ساتھ لا کر بٹھا دیا گیا تھا۔ رشتے دار پیٹ پوجا کرنے کے بعد چہ مگوئیوں میں مصروف ہو چکے تھے۔

"اونہہ اپنوں کو ٹھکرانے کا یہی انجام ہوتا ہے۔ تو پھر آخر میں یونہی ایرے غیرے نتھو خیرے کے ساتھ بیاہ کر رخصت کیا جاتا ہے۔ اتنی محبت اور مان سے میں اپنے بیٹے کا رشتہ لے کر گئی تھی۔ دیکھا، میرے بیٹے کو ٹھکرانے کا انجام۔"

ثریا بیگم نے اپنے اردگرد کھڑی رشتہ دار خواتین کو سنایا۔ "تو ان سب نے بالکل ٹھیک کہہ رہی ہو۔" کہہ کر اثبات میں سر ہلایا۔ پاس سے گزرتی سدرہ نے تاسف بھری نظروں سے اپنی اکلوتی پھوپھو کی جانب دیکھا۔ اور پھر سر جھٹک کر آگے بڑھ گئی۔ مہناز بیگم نے کچھ دیر میں رخصتی کا کہا۔ تو زوہیب کے پہلو میں بیٹھی اقصیٰ کے رونے میں اور بھی شدت آ گئی۔ زوہیب جلدی سے اٹھ کر کھڑا ہوا۔ تو فاخرہ بیگم نے بھی آگے بڑھ کر روتی ہوئی اقصیٰ کو سہارا دے کر کھڑا کیا۔

"آپ کا یہ احسان میں زندگی بھر نہیں اتار سکتا۔" سجاد صاحب ممنونیت بھرے لہجے میں مہناز بیگم کے سامنے سر جھکائے کھڑے تھے۔

"احسان کی کیا بات ہے سجاد بھائی! اللہ نے مجھے اتنی پیاری بہو دے دی۔ احسان تو آپ نے مجھ پہ کیا ہے۔ احسان مند تو مجھے ہونا چاہیے۔ آپ نے مجھے اور میرے بچے کو اس قابل جانا۔ اپنی پھول سی بچی کو میرے پھیلے ہوئے دامن میں ڈال دیا۔ شکر گزار تو میں ہوں آپ کی۔" مہناز بیگم نے کہا اور آگے بڑھ کر روتی ہوئی اقصیٰ کو اپنی ساتھ لگالیا۔

زوہیب اس دوران نہ جانے آنکھوں ہی آنکھوں میں ماں سے کیا کہہ رہا تھا۔ ان کی سمجھ میں نہیں آیا تو وہ زوہیب کے قریب آئیں۔

www.zemtime.com

''ہم تو بائیک پہ آئے تھے، اب آپ کو اور آپ کی بہو کو بائیک پہ گھر لے کر جاؤں۔ اُف امی ایسے کون اپنے بیٹے کی شادی کرتا ہے۔'' زوبی نے دہائی دی۔ تو ایک پل کو تو مہناز بیگم بھی سٹپٹا گئیں۔

''چلو احمد! تم گاڑی نکالو۔'' سجاد صاحب نے بیٹے کو مخاطب کیا۔ تو احمد اثبات میں سر ہلاتے ہوا سٹیج سے نیچے اتر آیا۔ اور یوں مہناز بیگم سدرہ اور احمد کے ساتھ اقصیٰ کو رخصت کروا کر گھر کی جانب روانہ ہوئیں۔ زوہیب ان کے پیچھے اپنی بائیک چلاتا ہوا آ رہا تھا۔

''ایسے کون کرتا ہے بھلا۔ یہ اماں بھی نا۔'' بائیک کو اپنی گلی میں موڑتے ہوئے زوہیب نے سوچا۔ اور گھر کے سامنے بائیک روکتے ہوئے دروازے میں کھڑے ہو کر ان سب کو دیکھنے لگا۔ کچھ ہی دیر میں سدرہ اور احمد باہر آئے تو وہ بدقت مسکرایا۔ احمد نے آگے بڑھ کر اس کو گلے لگایا۔

''شکریہ کا لفظ بہت چھوٹا ہے زوہیب! آج تم نے اور خالہ نے ہماری عزت کو بچالیا۔'' احمد گلوگیر لہجے میں بولا۔ تو اس نے مسکرا کر احمد کے کندھے کو تھپتھپایا۔ تو وہ ایک بار پھر شدت جذبات سے اس کے گلے لگ گیا۔

☆☆☆

احمد اور سدرہ کے جانے کے بعد زوہیب نے گہرا سانس لیا۔ اور بائیک اندر کر کے دروازہ بند کر کے اندر آ گیا۔ وہ دھیرے دھیرے چلتا ماں کے کمرے کی طرف آیا۔ اور دونوں ہاتھ سینے پہ باندھ کر کمرے میں دیکھنے لگا۔ جہاں اس کے چاروں چھوٹے بہن بھائی حیرت سے اپنی بھابی کو دیکھ رہے تھے۔

''چلو ارم جلدی سے بھاگ کر بھابھی کے لیے چائے بنا کر لاؤ اور جلدی سے ٹرنک سے نئی چادر نکال کر بھائی کے کمرے میں بچھا کر آؤ۔'' مہناز بیگم انہیں ہدایات دیتے ہوئے بولیں۔

''اُفوہ اماں! بھابھی کو دیکھنے تو دیں۔ ایک تو بھابھی جانے کیوں گھٹنوں کے ساتھ سر لگائے بیٹھی ہیں۔'' ارم نے اپنے بازو کو سہلاتے ہوئے منہ بنا کر کہا۔ ''ہائے اماں! زوبی بھائی کی ایسے شادی کر دی آپ نے، میرے کتنے ارمان تھے زوبی بھائی کی شادی کے لیے۔ آپ نے تو میرے سارے ارمانوں پہ پانی پھیر دیا۔ کتنا سوچا تھا۔ جیسے ہی زوبی بھائی کو نوکری ملے گی۔ ہم ان کے لیے خوب صورت لڑکی تلاش کریں گے۔ لڑکیاں دیکھنے جائیں گے۔ ہماری ٹور بنے گی اور شادی پہ تو.....'' اس سے پہلے کہ اریبہ اپنی بات مکمل کرتی۔ ایک تھپڑ اس کی پشت پہ رسید ہو چکا تھا۔

''ہائے ہائے اماں کیوں ایسے مار رہی ہیں۔ ٹھیک ہی تو کہہ رہی ہوں۔'' اریبہ کو یہ اچانک اور نئی نویلی بھابھی..... ذرا بھی پسند نہیں آئی تھی۔ اس نے ایک جھلک اقصیٰ کی دیکھ لی تھی۔ عجیب سی ڈراؤنی سی لگ رہی تھی۔ اصل میں مسلسل رونے سے اقصیٰ کا پورا میک اپ خراب ہو چکا تھا۔ کاجل پھیل گیا تھا۔ تو عجیب سی مضحکہ خیز شکل بن گئی تھی۔

''چلو اب تم یہ سارا ارمان میری شادی پہ پورے کر لینا۔'' زیب نے اریبہ کو تسلی دی۔ تو وہ اونہہ کہہ کر رخ بدل گئی۔

''جو ارمان زوبی بھائی کی شادی کے لیے تھے۔ وہ سب تو خاک میں مل گئے نا۔'' زوہیب وہاں سے ہٹ کر برآمدے کے پلر سے ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا۔

''بچی تھکی ہوئی ہے۔ مگر تمہیں ذرا خیال نہیں ہے۔ میں ہی کچھ کرتی ہوں۔ اور خبردار اگر تم نے اقصیٰ سے کوئی بھی الٹی سیدھی بات کی۔'' مہناز بیگم انگلی اٹھا کر انہیں متنبہ کرتی کمرے سے باہر آئیں۔ تو پلر کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑے زوہیب کو دیکھ کر ٹھٹک کر رکیں۔

انہوں نے چند لمحے کچھ سوچا۔ اور پھر تیزی سے اسٹور کی طرف بڑھ گئیں۔ وہاں سے وہ کچھ دیر میں نکلیں تو ان کے ہاتھ میں ارم کے جہیز کے لیے رکھی

www.zemtime.com

بیڈ شیٹ تھی۔ جو انہوں نے زوہیب کے کمرے میں موجود بیڈ پہ بچھا دی۔ اور پھر کمرے میں موجود گھڑی بنی بیٹھی۔ اقصیٰ کو سہارا دے کر زوہیب کے کمرے میں لے آئیں۔

''بہو! تم فریش ہو کر کپڑے بدل لو۔ میں کچھ کھانے کے لیے لاتی ہوں۔'' انہوں نے ارم کے ہی دو نئے سوٹ اقصیٰ کے سامنے رکھتے ہوئے محبت سے کہا۔ اور اس کے ماتھے پہ بوسہ دے کر باہر نکل گئیں۔ اور باقی سب کو سختی سے کمرے میں جانے سے منع کر دیا۔

''اماں!'' اریبہ اور زیب نے منہ بنایا۔

''اماں! میں بھابی کے کھانے کے لیے کچھ لاؤں۔'' حسن جو اس خاموشی سے یہ سب دیکھ رہا تھا۔ خوش ہو کر بولا تھا۔ ایک وہی تھا جو بھابھی کے آنے پہ خوش تھا۔

''ہاں یہ لو جلدی سے کچھ لے آؤ۔'' انہوں نے پرس سے ہزار روپے کا نوٹ نکال کر حسن کی طرف بڑھایا۔ جسے تھام کر وہ خاموش کھڑے زوہیب کی طرف آیا۔ زوہیب نے جیب میں ہاتھ ڈال کر بائیک کی چابی نکالی۔ اور اس کی پھیلی ہوئی ہتھیلی پہ سجا دی۔

''بھائی۔'' اریبہ کہتے ہوئے اس کے بازو سے آ لپٹی۔ تو زوہیب نے مسکرا کر بہن کو اپنے سینے سے لگا لیا۔ اماں کو اس وقت اریبہ کی محبت کا یہ مظاہرہ بالکل اچھا نہیں لگا تھا۔

''چلو بھائی کی جان چھوڑو اور زوبی تم ادھر آ کر میری بات سنو۔'' مہناز بیگم نے زوبی کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا۔ تو اریبہ منہ بناتی کچن میں ارم کے پاس چلی گئی۔ اور زوہیب چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا اماں کے کمرے میں آ گیا۔

☆☆☆

''یہ بہو کو منہ دکھائی میں دے دینا۔'' اماں نے دو سونے کی چوڑیاں زوہیب کی طرف بڑھائیں۔ تو زوہیب کی پیشانی پہ لکیریں نمودار ہوئیں۔

''یہ آپ کی چوڑیاں ہیں اماں۔ آپ اسے اپنے پاس رکھیں۔''

''لیکن بہو کو کچھ نہ کچھ تو دینا ہے نا بیٹا۔'' الماری کا پٹ بند کرتے ہوئے اماں نے رسانیت سے کہا۔

''اماں اسے واپس رکھ دیں۔ جب میرے پاس کچھ ہوگا تو میں دے دوں گا۔''

''ایسے مت کہو بیٹا! بچی کا دل تو پہلے ہی ملول ہے۔ بات تو وقت پہ دینے کی ہوتی ہے۔ اللہ تمہیں اتنا دے کہ تم میری بہو کو سونے سے سجا دو۔ مگر یہ وقت بڑا اہم ہے۔''

انہوں نے کہتے ہوئے زوہیب کی ہتھیلی پہ چوڑیاں رکھ دیں۔

''مگر اماں!'' زوہیب نے کچھ کہنا چاہا۔ مگر مہناز بیگم نے اس کی ہتھیلی کو بند کر دیا۔

''مجھے شرمندہ مت کرنا زوبی۔ ہماری زندگی میں الفاظ بہت معنی رکھتے ہیں۔ تم اقصیٰ کو اپنے لفظوں سے اپنائیت اور محبت کا احساس دلاؤ گے تو وہ سب بھول جائے گی اور صرف تمہاری ہو کر رہ جائے گی۔ اس کا دل ٹوٹا ہوا ہے۔ تم اس کا مرہم بن سکتے ہو۔ اس وقت اس کی ذات کرچیوں میں بٹی ہوئی ہوگی۔ لیکن تم اپنے رویے اور اچھائی سے اس کی ذات کو معتبر کر سکتے ہو۔''

مہناز بیگم کہتے ہوئے رکیں اور خاموش کھڑے زوہیب کی طرف استفہامیہ نظروں سے دیکھنے لگیں۔

''مجھے فخر ہے امی! آپ میری ماں ہیں۔ میری جنت آپ کے قدموں میں ہے۔'' زیب نے کہتے ہوئے ماں کو اپنی مضبوط بانہوں کے حلقے میں لے لیا۔ وہی تو تھیں جنہوں نے شوہر کی وفات کے بعد عزت سے رہنا اور جینا سکھایا تھا۔ ان کے پاس بہت مال نہیں تھا۔ مگر بہت سارا صبر اور شکر تھا۔ اور یہ خوبیاں انہوں نے اپنے پانچ بچوں کو گھٹی میں پلائی تھیں۔ اب تو اچھا وقت بہت دور نہیں تھا۔ زوہیب کو نوکری ملنے والی تھی ——— حسن کی پڑھائی مکمل ہونے والی تھی۔ اس کے بعد ارم اور اریبہ

www.zemtime.com

تھیں۔ اور پھر سب سے چھوٹا زوہیب زندگی میں خوشیوں کی بہار کی آمد تھی۔ مگر اس بہار سے پہلے ان کی فیملی میں اقصیٰ کا اضافہ ہو چکا تھا۔ زوہیب نے گہرا سانس لے کر اپنے گھنے بالوں میں انگلیوں کو پھیرا۔ اور پھر ہولے سے دستک دے کر کمرے میں چلا آیا۔

''ارے اماں! اب میں کہاں سوؤں گا۔ ہمارے بیڈ پہ تو بھابھی نے قبضہ کرلیا۔'' زیب کی دہائی زوہیب کے کانوں سے ٹکرائی۔ تو اس کے لبوں پہ مسکراہٹ دوڑ گئی۔ زوبی نے دروازہ بند کیا اور پلٹ کر بیڈ کی طرف دیکھا جہاں اقصیٰ سر تک چادر اوڑھے لیٹی تھی۔ اب وہ سو رہی تھی یا جاگ رہی تھی۔ زوہیب اندازہ نہیں کر پایا تھا۔ اس نے کچھ دیر اس طرف دیکھا۔ مگر اس کے وجود میں کوئی حرکت نہیں ہوئی تھی۔

''شاید سو گئی ہے۔'' زوہیب بڑبڑایا اور اپنی واسکٹ کی جیب سے وہ دونوں چوڑیاں نکال کر اپنی الماری میں رکھ کر واسکٹ کو لٹکایا اور پھر کپڑے چینج کیے بنا آ کر بیڈ کے دوسری سمت لیٹ گیا۔ اور پھر کچھ ہی دیر میں خود بھی گہری نیند سو چکا تھا۔

☆☆☆

صبح کھٹکے پہ اس کی آنکھ کھلی۔ تو نیم وا نظروں سے سامنے کی طرف دیکھا۔ جہاں اقصیٰ کرسی پہ بیٹھی اپنی مخروطی انگلیوں کو مروڑ رہی تھی۔ جیسے ہی وہ اپنا ہاتھ اوپر کرتی، اس کی کلائیوں میں موجود چوڑیاں چھن چھنا اٹھتیں۔ اور کمرے میں پھیلی خاموشی میں ان چوڑیوں کی آواز کچھ زیادہ ہی محسوس ہو رہی تھی۔ نیم وا آنکھیں مکمل طور پر کھل چکی تھیں۔ زوبی تیزی سے اپنی جگہ سے اٹھ بیٹھا۔ چونکہ وہ گہری نیند سے جاگا تھا۔ تو فوری طور پہ اس کی سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ کہ وہ لڑکی اس کے کمرے میں کیا کر رہی ہے۔

''مم میں۔'' اسے اپنی جانب دیکھتا پا کر اقصیٰ گھبرا کر اٹھ کر کھڑی ہوئی۔ وہ کچھ کہنا چاہ رہی تھی۔ مگر بول نہیں پا رہی تھی۔ مگر اگلے ہی لمحے وہ خود کو سنبھال چکا تھا۔ ''آئی ایم سوری۔ وہ میں جب کمرے میں آیا تھا۔ تم سو چکی تھیں۔'' اس نے شرمندہ ہوتے ہوئے اپنی صفائی پیش کی۔ اور سر جھکا کر کھڑی اقصیٰ کی طرف دیکھا۔

''تم بیٹھ جاؤ۔ کھڑی کیوں ہو۔'' اس نے کہا تو اقصیٰ میکانکی انداز میں واپس اپنی جگہ پہ بیٹھ گئی۔

''میں فریش ہو کر آتا ہوں۔'' وہ کہہ کر کمرے کے ساتھ موجود باتھ روم میں جانے کے بجائے دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔ اس کے جانے کے بعد اقصیٰ نے اپنا جھکا ہوا سر اٹھایا۔ اور ایک طائرانہ نظر سادہ سے کمرے پہ ڈالی۔ آہ یہ تقدیر بھی پل بھر میں کہاں سے کہاں لے آئی تھی۔

اس نے اپنی شادی کی تیاریاں خود کی تھیں۔ ہر چیز اپنی پسند سے خریدی تھی۔ یہاں تک کہ فرنیچر تک اس نے اپنی پسند سے خریدا تھا۔ اور وہ اپنے نئے نکور فرنیچر کے بجائے اس پرانے خستہ حال بیڈ پر سوئی تھی۔ دل میں درد اٹھا تو آنکھوں میں دھواں سا بھرنے لگا۔ اس سے پہلے کہ وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگتی۔ مہناز بیگم کمرے میں داخل ہوئیں۔ اقصیٰ نے آنسوؤں کے ریلے کو پرے دھکیلا اور آہستگی سے انہیں سلام کیا۔

''وعلیکم السلام جیتی رہو۔ سدا سہاگن رہو۔'' انہوں نے چٹا چٹ اقصیٰ کی بلائیں لیں۔ ان کے عقب میں ارم اور اریبہ بھی چلی آئی تھیں۔

''ارے یہ آپ ہیں۔'' اریبہ کو یقین نہیں آ رہا تھا۔ اقصیٰ نے الجھ کر اس کی طرف ناسمجھی سے دیکھا۔

''نہیں وہ کل آپ.....'' وہ گڑبڑا گئی۔

وہ کہہ نہیں سکی تھی، کل تو آپ چڑیل لگ رہی تھیں۔ اور اس وقت کوئی معصوم سی پری۔ اتنے میں سدرہ اور احمد بھائی ناشتہ لے آئے۔

''لو بھلا اس کی کیا ضرورت تھی۔'' مہناز بیگم نے انہیں ڈانٹا۔ تو احمد اور سدرہ دونوں ہی طمانیت سے مسکرا دیے۔

''چلو تم دونوں بھی ناشتہ کر کے جانا۔ اور ہاں

www.zemtime.com

شام کو میں نے ولیمے کی چھوٹی سی تقریب رکھی ہے۔ قریبی رشتے داروں کو مدعو کیا ہے۔ جلدی جلدی میں بس اتنا انتظام ہو پایا ہے۔" مہناز بیگم نے شرمندگی سے کہا۔

"خالہ! یہ بھی بہت ہے۔ بہت زیادہ۔" سدرہ نے انہیں اپنے ساتھ لگا کر کہا۔ تو وہ مسکرا کر ناشتہ لگوانے کے لیے چل پڑیں۔ ان کے جانے کے بعد سدرہ نے بہن کی طرف دیکھا۔ جو ضبط کیے بیٹھی تھی۔ ان کے جاتے ہی رونے لگی۔ سدرہ اسے خاموش کرواتے ہوئے خود بھی رو پڑی۔ احمد خود ضبط کی انتہاؤں پہ تھا۔

"ہم ولیمے سے فارغ ہو جائیں، اس کے بعد اسفند اور اس کے گھر والوں سے بات کریں گے۔ انہیں کیا لگتا ہے۔ ہمیں سرعام بے عزت کروا کر وہ سکون سے رہیں گے۔ تم فکر مت کرو، وہ تمہارے ایک ایک آنسو کا حساب دیں گے۔"

سدرہ نے اقصیٰ کی پشت کو سہلاتے ہوئے اسے تسلی دی۔ تو اقصیٰ نے مشکل سے اپنے آنسوؤں کو روکا۔

"بابا، بابا کیسے ہیں؟" اقصیٰ نے بے تابی سے پوچھا۔

"ٹھیک ہیں بس۔" سدرہ نے مختصراً جواب دیا۔ "تمہارے لیے پریشان ہیں۔"

اتنے میں زوہیب بھی فریش ہو کر آ چکا تھا۔ وہ خوش دلی سے احمد بھائی اور سدرہ سے ملا۔ اور نہایت ہی خوش گوار ماحول میں ناشتہ کیا گیا۔

"چلو، شام میں ملیں گے۔" ناشتے کے بعد سدرہ اٹھ کر کھڑی ہوئی۔ تو اقصیٰ بھی اس کے عقب میں کھڑی ہو گئی۔ اور اس کی چادر کے پلو کو تھام لیا۔

"مت جاؤ پلیز۔" وہ گلے میں بھرے ڈھیروں آنسوؤں کے نمکین پانی کو حلق سے نیچے اتارتے ہوئے بولی۔

"ہم شام کو آئیں گے نا۔" سدرہ نے اسے کہا۔ مگر جانے کیوں وہ خود پہ قابو نہیں رکھ سکی تھی اور رونے لگی۔ زوہیب حیرت سے اسے روتا دیکھ رہا تھا۔ تو کبھی ماں کی جانب۔

"بچی ہے گھبرا رہی ہے۔" مہناز نے کہتے ہوئے روتی ہوئی اقصیٰ کو اپنے سینے سے لگایا۔

"ہائے بھابھی کیوں رو رہی ہو۔ ہم ہیں نا آپ کی بہنیں۔" ارم اور اریبہ دونوں ہی روتی ہوئی اقصیٰ کے قریب آئیں۔ اور اسے چپ کروانے لگیں۔

"شام کو ملتے ہیں۔" احمد نے کہہ کر اپنا ہاتھ زوہیب کی طرف بڑھایا۔ جسے اس نے سر ہلا کر اگلے ہی لمحے تھام لیا۔

☆☆☆

ولیمے کی تقریب جو سامنے پلاٹ میں ارینج کی گئی تھی۔ کافی اچھی رہی تھی۔ جتنے بھی لوگ اس تقریب میں شریک ہوئے، حیرت زدہ تھے۔ سجاد صاحب بار بار مہناز بیگم اور زوبی کا شکر ادا کرتے نہیں تھک رہے تھے۔ اقصیٰ کے سارے گھر والے خوش اور مطمئن تھے۔

"لیکن اقصیٰ.....!" زوبی نے گردن گھما کر اپنے برابر میں بیٹھی اقصیٰ کی سمت دیکھا جو آج بھی چہرہ جھکائے اپنے ہاتھوں کو دیکھ رہی تھی۔ زوہیب شرمندہ تھا۔ کہ وہ اقصیٰ کو تسلی بھی نہیں دے سکا تھا۔ رات وہ جس وقت کمرے میں گیا۔ حالانکہ اتنی دیر تو نہیں ہوئی تھی۔ مگر اقصیٰ سو چکی تھی اس کے دل میں شدت سے خواہش ابھری کہ وہ اقصیٰ سے بات کر پائے لیکن اردگرد مہمانوں کی وجہ سے یہ ممکن نہیں تھا۔ لیکن پھر بھی زوبی نے سب سے نظریں چرا کر اقصیٰ کے کان میں سرگوشی کی تھی "اچھی لگ رہی ہو۔" یہ الگ بات تھی سامنے دھیان رکھنے کے خیال میں زوہیب کو اپنے اور اقصیٰ کی کرسی کے پیچھے کھڑے زیب کی خبر نہ تھی اور اس کی یہ سرگوشی کم سے کم زیب کے کانوں تک پہنچ گئی تھی۔

"ہیں آپ کو بھابھی اچھی لگ رہی ہیں۔ بھیا اور میں۔" وہ عقب سے نکل کر زوہیب کے سامنے آتے ہوئے اونچی آواز میں بولا۔ زوہیب سٹپٹا گیا۔

www.zemtime.com

''نن، نہیں میں تو.....'' وہ ہکلایا۔ اور اس سے پہلے وہ زیب کو قابو کرتا۔ وہ ماں کے پاس پہنچ چکا تھا۔

''اماں! بھیا کو بھابھی اچھی لگ رہی ہیں۔ میں نہیں۔'' اس نے شکایتی انداز میں ماں کا پلو کھینچا۔

''کل تک تو بھیا کو بس زیب ہی اچھا لگتا تھا۔ اور آج بھابھی۔'' یہ شراکت داری اسے ایک آنکھ نہیں بھائی تھی۔ زیب کی بات پہ پہلے تو اماں نے آنکھوں کو سکیڑا۔ اور پھر مسکرا کر اپنے سامنے کھڑے مہمانوں کی طرف۔ ''میں ابھی آتی ہوں۔'' کہہ کر اماں نے زیب کا ہاتھ تھاما اور سامنے سے آتے زوہیب کو دیکھ کر رکیں۔

''اماں! بھائی کو بھابھی اچھی لگ رہی ہیں۔'' زیب نے پھر سے کہا۔ تو زوہیب کا جی چاہا — کھینچ کر اسے تھپڑ رسید کر دے۔

''اماں! قسم سے رات سے لے کر اب تک یہ میری پہلی بات تھی۔ اب آپ نے ہی تو کہا تھا۔ اچھے لوگ آکسیجن کی مانند ہوتے ہیں۔ تو میں نے سوچا۔'' وہ رکا۔

''بہت اچھا کیا۔ بے چاری بچی ذہنی دباؤ کا شکار ہے۔'' اماں نے مسکرا کر کہا۔ ماں کو مسکراتے دیکھ کر زیب چڑ گیا۔

''اماں۔'' اس نے احتجاجاً پکارا۔

''ہاں، ہاں خبردار زوہیب اگر تم نے آئندہ ایسے کہا۔ ہمارا زیب سب سے پیارا ہے۔ اقصیٰ سے بھی پیارا۔'' مہناز بیگم نے زیب کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ تو اس نے زور زور سے اثبات میں سر ہلا دیا۔

☆☆☆

اقصیٰ اپنے والدین کے ہمراہ مکلاوے کے لیے چلی گئی تھی۔ سارے مہمان جو شادی میں شرکت کے لیے آئے تھے۔ وہ تو کل ہی اپنے اپنے گھروں کو لوٹ چکے تھے۔ اور جو چند ایک رکے تھے وہ بھی آج واپس جا چکے تھے۔ اقصیٰ جب سے آئی تھی روئے چلی جا رہی تھی۔

''آخر ہوا کیا، کچھ تو بتاؤ۔'' فاخرہ بیگم نے غصے سے استفسار کیا۔

''پہلے ہی ایک قیامت میرے اوپر ٹوٹ چکی تھی۔ کیا وہ کافی نہیں تھی۔ جو آپ نے اٹھا کر مجھے دوسرے جہنم میں ڈال دیا۔ امی یہ آپ لوگوں نے میرے ساتھ کیا کیا ہے۔ اتنے چھوٹے گھر میں میری شادی کر دی۔ اوپر سے اتنے بہن بھائی ہیں۔ کوئی کچھ بولتا ہے۔ تو کوئی کچھ۔ میں کیسے ان لوگوں کے ساتھ رہوں گی۔ جن کے ساتھ میری ذہنی مطابقت نہیں ہو سکتی۔'' فاخرہ بیگم نے سدرہ کی طرف دیکھا۔ جو خود غصے سے اقصیٰ کی طرف دیکھ رہی تھی۔

''مجھے تم سے ایسی بات کی امید نہیں تھی۔ اقصیٰ تمہیں اندازہ بھی ہے۔ تم کیا کہہ رہی ہو۔ کل جو قیامت تم پہ ٹوٹی ہے وہ صرف تم پہ نہیں۔ ہمارے پورے خاندان پر ٹوٹی ہے۔ سوچو اگر مہناز خالہ دل بڑا کر کے اپنے بیٹے کا نام نہ لیتیں تو لوگ تمہیں کس قدر طعنوں اور طنز بھری باتوں سے رسوا کرتے۔''

''آپ یہ باتیں کر سکتی ہیں آپا۔ آپ نے کون سا رہنا ہے۔ آپ کے پاس تو سب کچھ ہے۔ عالیشان گھر، گاڑی پیسہ کیا کچھ نہیں ہے۔ اور یہاں.....'' اقصیٰ کہہ کر رونے لگی۔

''وقت کے ساتھ سب ٹھیک ہو جائے گا اقصیٰ!'' فاخرہ نے اسے تسلی دی۔

''ماں باپ تو اپنی بچیوں کے لیے دیکھ بھال کر ہی رشتے طے کرتے ہیں اقصیٰ! یہ تمہاری اپنی قسمت ہے۔ گھر، دولت، گاڑی کو مت دیکھو۔ یہ دیکھو، کون تمہیں عزت اور مان سے بیاہ کر لے گیا ہے۔''

احمد بھائی شاید ان کی گفتگو سن چکے تھے۔ وہ کمرے میں آتے ہوئے بولے۔ تو اقصیٰ بھائی کے سامنے شرمندہ ہو گئی۔

''سدرہ کے سسرال والے کم ظرف ہیں اور تمہارے سسرال والے ظرف والے۔ سکندر سے رشتہ کرنے کے لیے ہم نے کیا کچھ نہیں کیا۔ انہیں خوش کرنے کے لیے تمہیں جہیز میں کیا کچھ نہیں دیا۔

www.zemtime.com

مگر انہوں نے کیا کیا۔ عین بارات والے دن ہم کو سب کے سامنے رسوا کر دیا۔ زوہیب اور مہناز خالہ نے دوسروں کی طرح یہ نہیں سوچا کہ لڑکی میں ہی کوئی خرابی ہوگی۔ یا پھر بڑی بہن نے کوئی بدلہ لیا ہے۔ کیا بڑی بہن کو نہیں پتا تھا سکندر کسی اور کو پسند کرتا ہے۔ غرض جتنے منہ اتنی باتیں۔ تمہیں اندازہ ہی نہیں، زوہیب نے اپنا نام دے کر تمہیں کن کن باتوں سے بچایا ہے۔ بہتر ہے ہر خرافات کو اپنے ذہن سے جھٹک دو۔ اور ان سادہ اور پرخلوص لوگوں میں گھلنے ملنے کی کوشش کرو۔ تم دیکھنا، تم خود کو سب سے خوش قسمت محسوس کرو گی۔"

احمد بھائی نے کہتے ہوئے اس کے سر کو تھپتھپایا۔ تو اقصیٰ نے سر جھکا لیا۔ فی الوقت اس کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔

☆☆☆

اگلے دن شام کے وقت زوہیب اور مہناز بیگم اقصیٰ کو لینے آ گئے تھے۔ انہیں دیکھ کر اقصیٰ نے بے بسی سے بہن کی سمت دیکھا۔

"اب چاہے دل ہو یا نہ ہو جانا تو پڑے گا۔" سدرہ نے اسے گلے لگاتے ہوئے کہا۔

"آپی! مجھے نہیں جانا۔ کم سے کم کچھ دنوں کے لیے تو بالکل بھی نہیں۔" اس نے سدرہ کی کمر کے گرد اپنے بازو حائل کرتے ہوئے ضدی لہجے میں کہا۔

"اقصیٰ! فضول باتوں کو اپنے ذہن سے جھٹک دو۔ حقیقت پسندی کی عینک سے دیکھو گی۔ تو تمہیں زوہیب اور اس کے گھر والے بہت اچھے لگیں گے۔ زوہیب کسی بھی طرح سکندر سے کم نہیں ہے۔ نہ شکل و صورت میں نہ ہی تعلیم میں۔ بس مالی حیثیت کا فرق ہے وہ بھی ختم ہو جائے گا۔ جب زوہیب کو اچھی نوکری مل جائے گی۔ ہمارا المیہ پتا ہے کیا ہے ہم ہر رشتے کو دولت کی کسوٹی پہ پرکھتے ہیں۔ دولت کو معیار سمجھتے ہیں۔ یاد ہے نا، اپنے سے اونچے خاندان میں شادی کرنے کے بعد ابا کو مجھے بسانے اور میرے سسرال کے سامنے ناک اونچی رکھنے کے لیے کیا کچھ نہیں کرنا پڑتا تھا۔ یہ تو بعد میں احمد کی جاب اور آبائی زمینوں کی فروخت کے بعد جو حصہ ملا۔ تب ہاتھ کھلا ہوا۔ اور ابا اور امی کو سکون کا سانس آیا تھا۔ اور دیکھو، یہاں بناوٹ سے زیادہ اپنائیت ہے۔" سدرہ نے لاؤنج سے آتی آوازوں کی طرف اشارہ کیا۔ تو اقصیٰ سر جھکا گئی۔

"میں جانتی ہوں۔ تم اس بات کو سب کے سامنے رکھ کر اصل بات کو چھپانا چاہتی ہو۔" سدرہ نے گود میں موجود بیٹے کو بیڈ پہ لٹاتے ہوئے کہا۔ تو اقصیٰ چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگی۔

"بہن ہوں تمہاری۔ تمہارے دل کی حالت سمجھتی ہوں۔ میں جانتی ہوں۔ اس گھر میں رہنے سے زیادہ تمہیں زوہیب کے ساتھ ایڈجسٹ ہونے میں مسئلہ ہے۔ اور یہ فطری سی بات ہے۔ سکندر کے ساتھ تمہارا کوئی زوردار عشق نہیں تھا۔ لیکن تعلق تو بن گیا تھا۔ اس کے نام کے ساتھ اپنا نام جڑا دیکھ کر دل نے اس کے حوالے سے بہت سے خواب دیکھ ڈالے تھے۔ آنکھوں میں اس کی صورت اور ہونٹوں پہ اس کا نام ہی اچھا لگتا تھا۔ لیکن جو کچھ اس نے کیا۔" سدرہ رکی۔ "میں تو یہ سوچ سوچ کر پاگل ہو رہی ہوں۔ اگر وہ شادی کرنے کے بعد تمہیں چھوڑ دیتا تو اماں ابا تو جیتے جی مر جاتے۔" سدرہ کی بات پہ اقصیٰ کے جسم میں ایک کپکپی سی طاری ہوئی۔ "جو ہوا اسے بھول جاؤ۔ یہ جو لڑکیوں کا دل ہوتا ہے نا۔ بڑا ہی معصوم ہوتا ہے۔ تم زوہیب کو سوچو گی۔ اس کے ساتھ رہو گی۔ تو دیکھنا وہ تمہیں اچھا لگنے لگے گا۔ کیونکہ محبت کے ساتھ ساتھ تمہارا عزت کا رشتہ بھی اس کے ساتھ جڑا ہوا ہے۔ سکندر کو کسی بھیانک خواب کی طرح بھول جاؤ۔ ایسا خواب جس سے تم ڈر کر اٹھ گئی ہو۔"

سدرہ نے کہتے ہوئے اس کے حنائی ہاتھ کو ہولے سے دبایا۔ تو وہ بہت دقت سے مسکرائی۔

"اتنا آسان نہیں ہے آپی! اتنا آسان نہیں۔" اس کے دل نے سرگوشی کی تھی لیکن وہ دل کی سرگوشی کو نظرانداز کرتی اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ کیونکہ سجاد

www.zemtime.com

صاحب انہیں باہر سے آوازیں دے رہے تھے۔ اقصیٰ باہر آئی اور جھجکتے ہوئے مہناز بیگم کو سلام کیا۔ انہوں نے آگے بڑھ کر اقصیٰ کو اپنے گلے سے لگایا۔

اور زیب اور اریبہ کی باتیں سنانے لگیں۔ کہ کل اس کے آجانے سے وہ سب اداس ہو گئے تھے۔ اور صبح سے ان کے پیچھے تھے کہ جلدی سے بھابھی کو گھر لے آئیں۔ انہوں نے ہنستے ہوئے کہا۔ تو اقصیٰ بھی مسکرادی۔

☆☆☆

زوہیب آج اپنے دوست سے گاڑی مانگ کر لایا تھا۔

''لو زوہیب! تم یوں کرو کہ ــــ مجھے گلی کے کنارے اتار دو اور بہو کو ذرا گھما پھرا کر لے آؤ۔'' مہناز بیگم نے گلی کے کنارے گاڑی روکنے کا اشارہ کیا۔ اور مسکرا کر پچھلی سیٹ پہ بیٹھی اقصیٰ کی سمت دیکھا۔ زوہیب نے گاڑی سڑک کنارے روکی۔

''اماں! ایسے کرتا ہوں۔ زیب اریبہ اور ارم کو بھی بلا لیتے ہیں۔ ہم سب ہی آئس کریم کھانے چلتے ہیں۔ حسن ارم کو بائیک پہ بٹھا لے گا۔'' زوہیب نے جلدی سے پلان ترتیب دیا۔

''میں نے جو تم سے کہا ہے۔ وہ کرو بہو کو لے کر جاؤ۔'' مہناز بیگم نے اسے ڈپٹا۔ تو زوہیب نے گاڑی کے دروازے سے ہاتھ ہٹایا۔

''بیٹا تم آگے آ کر بیٹھ جاؤ۔'' انہوں نے گاڑی سے اترتے ہوئے اقصیٰ سے کہا۔ جو پہلے ہی ضد کر کے پچھلی نشست پہ بیٹھی تھی۔ مرتی کیا نہ کرتی کے مصداق آگے آ کر بیٹھ گئی۔ مہناز بیگم گھر کے اندر داخل ہوئیں تو زوہیب گاڑی ریورس کر کے سڑک پہ لا چکا تھا۔

''رات جب میں کمرے میں آیا۔ تو تم سو چکی تھیں۔'' کچھ دیر کے بعد زوہیب نے ہی بات کا آغاز کیا۔ اقصیٰ اپنی انگلیوں کو مروڑتی سر جھکا کر بیٹھی ہوئی تھیں۔

''قسم سے میں اتنا بھی بدصورت نہیں ہوں کہ تم میری طرف دیکھ بھی نہیں سکتیں۔'' زوہیب نے ہلکا سا قہقہہ لگا کر کہا۔

''نن، نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔'' اقصیٰ یہی کہہ سکی تھی۔ زوہیب نے گاڑی ایک آئس کریم پارلر کے سامنے پارک کی۔ اور اقصیٰ کو اترنے کا اشارہ کیا۔ وہ دونوں ساتھ ساتھ چلتے اندر آ گئے۔ کونی والی ٹیبل کا انتخاب کرتے ہوئے زوہیب نے اسے بیٹھنے کا کہا۔ اور خود سامنے والی کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔

آرڈر لکھوانے کے بعد وہ اقصیٰ کی طرف متوجہ ہوا۔ جو ابھی بھی سر جھکائے بیٹھی تھی۔ زوہیب کو جانے کیوں اس پہ ترس آیا۔

''اقصیٰ! مجھ سے ڈرو مت، میں جانتا ہوں تم اس وقت ذہنی طور پہ ڈسٹرب ہو۔ سب کچھ اتنا غیر متوقع ہوا ہے۔ کہ کسی کو بھی سوچنے سمجھنے کا وقت نہیں ملا۔ سو ریلیکس ہو جاؤ۔''

زوہیب نے کہا اور مسکرا کر اپنے بہن بھائیوں کی باتیں کرنے لگا۔ اسے اپنی ماں سے عشق تھا۔ تو بہن بھائیوں سے بے تحاشا محبت۔ اور پھر ان کی باتوں میں کتنا وقت گزر گیا پتا ہی نہیں چلا۔

''اوہ بہت ٹائم ہو گیا۔ اماں انتظار کر رہی ہوں گی۔ اور دیکھو، آج تو اماں نے ایک بار بھی مجھے کال نہیں کی۔ ورنہ کوئی اور وقت ہوتا تو بلا مبالغہ دس کالز تو لازمی آ چکی ہوتیں۔'' زوبی نے ہنستے ہوئے اقصیٰ کو بتایا۔ تو وہ بھی مسکرادی۔

باقی سب کے لیے بھی زوہیب نے آئس کریم پیک کروائی۔ اور وہ دونوں گاڑی کی طرف بڑھ گئے۔ گھر آنے پر زوہیب نے گاڑی روکی۔

''تم اندر جاؤ۔ میں گاڑی واپس کر کے آتا ہوں۔'' زوہیب نے پچھلی نشست پہ پڑی آئس کریم کا پیک اقصیٰ کے ہاتھ میں تھمایا۔ ''مم میں اکیلی۔'' اقصیٰ گھبرائی۔

زوہیب نے رک کر گھبرائی ہوئی اقصیٰ کی طرف دیکھا۔ اور پھر مسکرا کر خود بھی گاڑی سے اتر آیا۔

''آئیں ملکہ عالیہ! میں خود بہ نفس نفیس آپ کو گھر کے

www.zemtime.com

اندر چھوڑ کر آتا ہوں۔" زوہیب نے اقصیٰ کی طرف کا دروازہ کھولتے ہوئے جھک کر سینے پہ ہاتھ رکھ کر کہا تو اقصیٰ بے اختیار ہی ہنستی چلی گئی۔ دل انمول ہوں تو خوشیاں قدم قدم پہ سر جھکا کر ملتی ہیں۔ جیسے اس وقت اقصیٰ اور زوہیب مسکراتے ہوئے گھر کی سمت بڑھ گئے تھے۔

☆☆☆

"بھابھی آ گئیں۔" چھوٹے زیب نے دروازہ کھولتے ہی منہ پیچھے کی جانب کر کے آواز لگائی۔ تو کمروں میں موجود سب افراد باہر آ چکے تھے۔ "اماں! میں گاڑی کی چابی واپس کر کے آتا ہوں۔" زوہیب نے اونچی آواز میں کہا اور وہیں سے پلٹ گیا۔

"بھابھی آ گئیں۔" ارم نے قریب آتے ہوئے خوشی سے کہا اور اقصیٰ کو گلے سے لگا لیا۔ "یہ، یہ تم سب کے لیے۔" اقصیٰ نے ہاتھ میں پکڑی آئس کریم ارم کی طرف بڑھائی۔

"ارے اس کی کیا ضرورت تھی۔ تم دونوں کھا آئے تھے..... کافی تھا۔" مہناز نے محبت بھرے لہجے میں کہا تو اقصیٰ مسکرا کر ارم کی طرف دیکھنے لگی۔

"اچھا آپ اندر تو آئیں۔" اریبہ، اقصیٰ کا بازو تھامے کمرے میں لے آئی۔ اور پھر آئس کریم کھاتے، ہنسی مذاق کرتے کافی وقت گزر گیا۔ محفل گل و گلزار تب بنی جب زوہیب آیا۔ وہ بہن بھائی ایک دوسرے پہ جان چھڑکتے تھے ایک دوسرے کو چھیڑتے، تنگ کرتے، لڑتے اور پھر ہنس پڑتے۔ اقصیٰ ایک طرف بیٹھی انہیں ہنستا ہوا دیکھ رہی تھی۔ اور پھر وہ مہناز بیگم سے اجازت لے کر اپنے کمرے میں آ گئی۔ کل وہ جس وقت گئی تھی۔ اس کا کمرہ الٹا ہوا تھا۔ اس وقت ہر چیز سلیقے سے اپنی جگہ پہ رکھی ہوئی تھی۔ مگر اسے کچھ بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ پتا نہیں کیوں وہ عجیب سی کیفیت کا شکار ہو رہی تھی۔ وہ سب بہت اچھے تھے۔ لیکن اس نے کب سوچا تھا۔ اس کے ساتھ ایسا کچھ ہوگا۔ اس نے سر اٹھا کر لکڑی سے بنی چھت کو دیکھا۔ اور فوراً ہی نظروں کو نیچے کر لیا۔ یہ پرانی طرز کا بنا ہوا گھر تھا۔ سکندر کے گھر سے مکمل طور پر مختلف..... سدرہ نے اسپیشل اس کی پسند کی سیلنگ کروائی تھی۔

اس بڑے سے کمرے میں ہر چیز اس سے پسند کروائی گئی تھی۔ اور جب اس کا قیمتی فرنیچر اس کمرے میں لگا تو سب کتنا خوب صورت لگ رہا تھا۔ سدرہ نے کتنی ہی تصویریں بنا کر اسے واٹس ایپ کی تھیں۔ اقصیٰ نے دھیرے سے اپنا فون پرس سے نکالا۔ اور گیلری سے تصویریں نکال کر دیکھنے لگی۔

"کیا میری قسمت اتنی بری ہے۔ اس حسین خواب گاہ سے مجھے یوں دھکا دے کر نکال دیا۔ جیسے میں فالتو چیز تھی۔ کیوں؟ سکندر تم نے میرے ساتھ ایسا کیوں کیا؟" وہ سسک پڑی تھی۔

"سمجھوتے کی زندگی اگر تمہارے ساتھ مقدر میں تھی۔ تو یہاں بھی تو مجھے سمجھوتا کرنا پڑے گا۔ پتا نہیں میں یہاں کیسے ایڈجسٹ ہو پاؤں گی۔ یہ بہت مشکل ہے۔ بہت مشکل۔" وہ سوچتے ہوئے اپنی پیشانی کو مسلنے لگی۔ دفعتاً زوہیب کمرے میں داخل ہوا۔ اور اسے یوں بیٹھا دیکھ کر ٹھٹھک کر رکا۔

"کیا بات ہے۔ ایسے کیوں بیٹھی ہو؟" وہ متفکر لہجے میں کہتا اس کے قریب آیا۔

"ک، کچھ نہیں۔" اقصیٰ نفی میں سر ہلایا۔ زوہیب چند لمحے اس کی طرف دیکھتے رہنے کے بعد اٹھا اور الماری کی طرف بڑھ گیا۔ الماری سے اس نے چوڑیاں نکالیں اور اقصیٰ کے پاس آ کر بیٹھا۔

"اپنا ہاتھ دینا۔" اس نے کہتے ہوئے اپنا مضبوط ہاتھ اقصیٰ کی طرف بڑھایا۔ اقصیٰ نے چونک کر زوہیب کی طرف دیکھا۔ اور بے ساختہ پیچھے کی سمت کھسکی۔ اس کی یہ حرکت زوہیب کی نظروں سے مخفی نہیں رہی تھی۔ غصہ تو آیا تھا۔ لیکن وہ ضبط کر گیا۔

"یہ، یہ تمہیں دینی ہیں۔ تمہاری منہ دکھائی کا تحفہ۔" زوہیب نے اپنا دوسرا ہاتھ اس کے سامنے پھیلایا جس پہ وہ چوڑیاں سجی ہوئی تھیں۔

"تھینک یو۔" اقصیٰ نے اس کی ہتھیلی پہ سجی ان

www.zemtime.com

چوڑیوں کو دو انگلیوں کی چٹکی میں بھرا۔ اور اٹھا کر سائیڈ ٹیبل پہ رکھ دیں۔ زوہیب کے دل پہ گھونسا پڑا۔

''یہ میری امی کی چوڑیاں ہیں۔ ان کے لیے بہت اہم اور قیمتی ہیں۔ میری پیدائش پہ ابا نے روپیہ روپیہ جوڑ کر یہ دو سونے کی چوڑیاں بنوائی تھیں۔ اور امی کو تحفے میں دی تھیں۔'' اس کے لہجے میں ہلکی سی خفگی تھی۔ اقصیٰ نے چونک کر زوہیب کی طرف دیکھا۔ اور پھر سائیڈ ٹیبل سے دونوں چوڑیاں اٹھا کر زوبی کے ہاتھ پہ رکھ دیں۔

''یہ آپ خالہ کو واپس کر دیں۔ جب آپ کی اتنی حیثیت نہیں کہ اپنی جیب سے بیوی کو گفٹ دے سکیں۔ تو اس کی کیا ضرورت ہے۔'' وہ تلخ ہونا نہیں چاہتی تھی۔ مگر ہو رہی تھی۔ اور یہ تلخی کڑواہٹ بن کر اس کے لہجے اور انداز میں گھل رہی تھی۔ اقصیٰ کہہ کر اٹھی اس سے پہلے کہ وہ آگے بڑھتی زوہیب اس کا ہاتھ پکڑ چکا تھا۔ اقصیٰ تیزی سے پلٹی۔

''اچھے لوگ پتا ہے کون ہوتے ہیں؟'' زوہیب نے اپنی جانب دیکھتی اقصیٰ سے پوچھا۔ جو اب اپنے لب دانتوں سے کاٹ رہی تھی۔

''اچھے لوگ وہ ہوتے ہیں؟ اقصیٰ جن کو حالات کی تلخی سخت مزاج نہیں بناتی۔ جن کو لوگوں پہ آیا غصہ آپے سے باہر نہیں کرتا۔ جن کو غم توڑتے نہیں۔ بلکہ موڑ دیتے ہیں۔ جن کو محرومیاں ناشکرا نہیں بناتیں۔ اچھا انسان وہ ہوتا ہے۔ جو خدا کے ہر فیصلے پہ راضی برضا ہو۔ ہاں دعاؤں سے کیا کچھ نہیں مل سکتا۔ دعا کرو، تمہیں سکون ملے۔ تمہیں وہ ملے جو تم چاہتی ہو۔ لیکن اس طرح تلخ ہو کر نہ تو خود، خود کو درد دو۔ اور نہ ہی مجھے تکلیف میں مبتلا کرو۔'' کہتے ہوئے زوہیب نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ کی گرفت سے آزاد کر دیا۔ مگر اقصیٰ چاہ کر بھی اپنی جگہ سے ہل نہیں سکی تھی۔

''میں جانتا ہوں، تمہارے اور میرے بیچ بہت فرق ہے۔ کیا ضروری ہے، تم مجھے اس بات کا احساس دلاؤ۔ اگر یہ شادی تمہارے لیے غیر متوقع ہے۔ تو میرے لیے بھی ہے۔ میں وہاں تمہاری شادی میں شرکت کے لیے گیا تھا۔ تم سے شادی کرنے نہیں۔ تو یہ دھچکا میرے لیے بھی بہت بڑا ہے۔ مجھے ابھی شادی کرنی ہی نہیں تھی۔ بلکہ اگلے پانچ سال تک میرا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ اور یہاں تک کہ میری ماں کا بھی ہمیں گھر بنانا ہے۔ ارم، اریبہ کی شادیاں کرنی ہیں۔ خود کو اسٹینڈ کرنا ہے لیکن وہ میری اماں ہے نا۔ تمہارے ابو اور تمہارے بھائی کو پریشان دیکھ کر وہ سب طے شدہ پلان بھول گئیں۔ خیر یہ تو میرا اور میری ماں کا معاملہ ہے۔'' اس نے گہری سانس لے کر دو انگلیوں سے اپنی پیشانی کو مسلا۔

''اور جہاں تک تمہارا معاملہ ہے۔ میں تمہیں کچھ نہیں کہوں گا۔ تب تک نہیں جب تک تم دلی اور ذہنی طور پر تیار نہیں ہو جاتیں۔ اور اگر تمہیں یہ لگتا ہے۔ تمہیں میرے ساتھ نہیں رہنا۔ تب بھی مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ کیونکہ رشتے باہمی اعتبار اور محبت سے نبھائے جاتے ہیں۔ زبردستی یا دھونس سے نہیں۔''

وہ کہہ کر کمرے سے باہر جا چکا تھا۔ اور اقصیٰ وہیں صوفے کے کنارے بیٹھتی چلی گئی تھی۔

☆☆☆

''ہائے اقصیٰ! یہ تمہارے ساتھ کیا ہوا۔ مجھے تو جب پتا چلا اتنا برا محسوس ہو رہا ہے۔''

اس کی دوست فون پہ نان اسٹاپ بولے جا رہی تھی۔ اقصیٰ نے ایک دو بار اسے ٹوکنے کی کوشش کی۔ لیکن اس کی سننے کے لیے نہیں بلکہ اپنی سنانے کے لیے فون کیا گیا تھا۔ ''چلو انکار ہوا تھا، بارات نہیں آئی تھی لیکن یہ انکل اور آنٹی نے کیا کیا۔ مہمانوں میں موجود لڑکے سے تمہارا نکاح کر کے تمہیں اس کے ساتھ رخصت کر دیا۔ میں سمجھ سکتی ہوں اقصیٰ! تم پہ کیا بیتی ہوگی۔ اور یہ تمہارے سسرال والے اس وقت تو واہ واہ کے چکر میں تمہیں بیاہ کر لے گئے ہوں گے۔ اور اب گھر لے جا کر طعنے دیتے ہوں گے۔ تمہیں بات بات پہ ذلیل کرتے ہوں گے۔ ہائے اقصیٰ! تمہارے ساتھ کیا ہوا۔''

www.zemtime.com

وہ جہاں بھر کا درد لہجے میں سموئے پوچھ رہی تھی۔

''ایسی کوئی بات نہیں مہوش!'' بالآخر اسے بولنے کا موقع مل ہی گیا۔

''ارے بس کرو، مجھ سے کیا چھپانا۔ یہاں تو مردیوں بھی عورت کو پاؤں کی جوتی سمجھتا ہے۔ اور پھر وہ لڑکی جس کی بارات والے دن دولہا بھاگ جائے۔ اس لڑکی کے ساتھ جو نہ ہو کم ہے۔'' مہوش کی باتیں اقصیٰ کے دل پہ تیر کی مانند لگ رہی تھیں۔

''م، میں بعد میں بات کرتی ہوں۔'' اقصیٰ نے کہہ کر جلدی سے فون بند کر کے اپنا سر دونوں ہاتھوں میں تھام لیا۔ آخر اس میں میرا کیا قصور تھا۔ اس نے اپنے دکھتے سر کو دباتے ہوئے سوچا۔ اور چائے بنانے کی غرض سے اپنے کمرے سے نکل کر کچن کی طرف بڑھی ہی تھی۔ کہ مہناز بیگم کے کمرے سے آتی آوازیں سن کر اس کے قدم وہیں زمین پہ گڑ سے گئے۔

☆☆☆

''تمہارا ہی حوصلہ ہے۔ مہناز! جو تم ایسی لڑکی کو بہو بنا کر لے آئی ہو۔ ورنہ تمہاری جگہ میں ہوتی تو.....''

''میری بہو کے بارے میں زبان سنبھال کے بات کرو۔ فوزیہ! میری بہو کوئی ایسی ویسی لڑکی نہیں تھی۔ ارے کم بخت بدقسمت تو وہ لڑکا تھا۔ جس نے ایسی ہیرے جیسی لڑکی کو چھوڑا۔ ارے میری بہو جیسا خوش قسمت کون ہے۔ اس کے آتے ہی زوہیب کی کیسی شان دار جگہ نوکری لگی ہے۔ آج کے بعد تم نے میری بہو کے بارے میں کچھ الٹا سیدھا کہا۔ تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔''

کمرے کی کھڑکی برآمدے میں کھلتی تھی، اسی لیے اقصیٰ نے ساری بات سن لی تھی۔ وہ کچن میں جانے کے بجائے واپس اپنے کمرے میں آ گئی اور بیڈ پر گر کر رونے لگی۔

''خالہ آپ واقعی فرشتہ ہو۔ قصور نہ ہوتے ہوئے بھی لوگ لڑکی کو باتوں سے لہولہان کر دیتے ہیں۔ اگر شادی ہو جانے کے بعد لوگ باتیں اور پتھر مارنے سے باز نہیں آئے۔ تو اگر شادی نہ ہوئی ہوتی تو.....'' اس نے رک کر سوچا۔

تو میرے ماں باپ کو یہ لوگ زندہ درگور کر دیتے۔ ابو آپ نے بالکل ٹھیک فیصلہ کیا تھا۔ یہ معاشرہ سکندر کے بجائے مجھ پہ انگلی اٹھاتا۔ میرے کردار پہ گندا چھالتا۔ جانے کب ہمارے معاشرے سے یہ منافقانہ رویہ ختم ہوگا۔ جانے کب وہ روتے روتے سو چکی تھی اور پھر شام میں ہی اٹھی تھی۔

☆☆☆

وہ اپنے کمرے سے نکل کر باہر آئی۔ تو باقی گھر والے برآمدے میں ہی محفل سجائے بیٹھے تھے۔

''ارے اٹھ گئی میری بیٹی، طبیعت تو ٹھیک ہے۔'' سبزی بناتے مہناز بیگم نے سر اٹھا کر اقصیٰ سوال کیا۔

''جی ٹھیک ہے۔'' وہ کہہ کر کرسی پہ آ بیٹھی۔ جو حسن نے اس کے لیے خالی کی تھی۔

''امی! میں چاہتا ہوں۔ اس سال ہم ارم کے فرض سے سبک دوش ہو جائیں۔ آپ پلیز اپنے جاننے والوں میں بات کریں۔ ارم کی شادی کے بعد ہم گھر بنانا شروع کریں گے۔'' زوہیب نے کہا۔ تو ارم شرما کر فوراً ہی کچن میں چلی گئی۔ دفعتاً ایک خیال اقصیٰ کے ذہن میں کوندا۔

''اگر ایسا ہو جائے تو.....''

''خالہ! میں اپنے گھر چلی جاؤں۔'' اقصیٰ نے جلدی سے اجازت طلب کی۔ تو زوہیب کا حلق تک کڑوا ہو گیا۔

''وہ اتنی ضروری بات کر رہا ہے۔ اور اقصیٰ کو اپنے گھر جانے کی پڑی ہے۔ یعنی یہ طے ہے۔ وہ اس گھر میں جب تک ہے، مہمان کی طرح ہے۔ اسے نہ تو زوہیب سے اور نہ ہی گھر کے کسی اور فرد سے کوئی لینا دینا ہے۔'' وہ سوچ کر دکھی ہوا۔

''ہاں، ہاں ضرور جاؤ لیکن اس وقت؟ زوہیب ابھی تو جاب سے آیا ہے۔'' مہناز بیگم نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

www.zemtime.com

''میں حسن کے ساتھ چلی جاتی ہوں۔کل تک آجاؤں گی۔''

وہ کہتے ہوئے استفہامیہ نظروں سے حسن کی طرف دیکھنے لگی۔''آں ہاں بھابھی! میں چھوڑ آؤں گا۔''حسن نے اٹکتے ہوئے کہا۔

''تو پھر میں جاؤں آنٹی؟''اقصیٰ پھر سے ان کی طرف مڑی۔بادل ناخواستہ مہناز بیگم کا سر اثبات میں ہل گیا تھا۔

''تھینک یو آنٹی۔تھینک یو سو مچ۔''وہ کہہ کر تیزی سے کمرے کی طرف بڑھی اور اگلے پانچ منٹ میں سر پہ چادر اوڑھتے ہوئے آ گئی۔

''بیٹا! شوہر سے تو.....''مہناز بیگم نے پاس بیٹھے زوہیب کی طرف اشارہ کیا۔

''ارے خالہ! آپ نے کہہ دیا۔تو اجازت ہی اجازت ہے نا۔''اس نے کہہ کر معصومیت بھری نگاہوں سے زوہیب کو دیکھا۔جو ہڑ بڑا کر رخ بدل گیا۔

''آؤ نا حسن! مجھے دیر ہو رہی ہے۔''اس نے حسن سے کہا اور خدا حافظ کہتی گیٹ کی سمت بڑھ گئی۔

حسن نے زوہیب کی طرف دیکھا۔اور جلدی سے اس کے سامنے پڑی بائیک کی چابی اٹھا کر باہر کی سمت بھاگا۔

''اونہہ بڑی آئی۔ارم تم چائے بنا رہی ہو یا پائے۔''اس نے اپنا غصہ ارم پہ نکالا۔

''بس آ گئی بھائی۔''ارم نے کچن سے آواز لگائی تو مہناز بیگم بیٹے کی بے تابی دیکھ کر مسکرا اٹھیں۔

حالانکہ انہوں نے اپنی مسکراہٹ کو بہت چھپانے کی کوشش کی تھی۔لیکن چھپا نہیں پائی تھیں۔

''اب آپ کیوں ہنس رہی ہیں۔''اس نے خفگی سے ماں سے استفسار کیا۔

''لو میں کہاں ہنس رہی ہوں۔''مہناز بیگم فوراً ہی مکر گئیں۔''یہ سب ناں آپ کی ڈھیل کا نتیجہ ہے۔شوہر دن بھر کا تھکا گھر آیا ہے اور آپ کی بہو رانی کندھے پہ پرس لٹکائے یہ جا وہ جا۔اور یہ حسن انکار نہیں کر سکتا تھا جلدی سے بائیک کی چابی اٹھا کر بھابھی کے پیچھے چل پڑا۔سب کچھ آپ سب نے مل کر خراب کر رکھا ہے۔''وہ جھنجھلا کر کہتا۔اپنے کمرے میں جا چکا تھا۔اور مہناز بیگم سبزی چھوڑ کر دور خلا میں دیکھتے ہوئے کچھ سوچنے لگی تھیں۔

☆☆☆

''وہ بہت اچھی لڑکی ہے۔پڑھی لکھی، سادہ طبیعت کہتے ہیں نا جیسی ماں ہو ویسی ہی بیٹی ہوتی ہے تو ابو! وہ ہمارے گھر کو جنت بنا دے گی۔''

وہ جب سے آئی تھی، اس کی تعریفوں میں رطب اللسان تھی۔سجاد صاحب نے اپنی شریک حیات کی سمت دیکھا۔

''ایسا کرتے ہیں، سدرہ کو بھی بلا لیتے ہیں۔''فاخرہ بیگم نے بڑی بیٹی کا نام لیا تو سجاد صاحب نے اثبات میں سر ہلایا۔اور سدرہ کو فون کر کے آنے کا کہا۔

''کیا ہوا، اتنی ایمرجنسی میں کیوں بلایا؟''

سدرہ پہنچ چکی تھی۔اس نے سوتے ہوئے بیٹے کو لٹاتے ہوئے پوچھا۔اور جواب میں فاخرہ بیگم نے اسے ساری بات بتا دی۔

''میں تو خود یہی چاہتی ہوں۔امی، اگر لڑکیوں کو اچھے رشتے نہیں ملتے۔تو آج کل لڑکوں کے لیے بھی اچھی لڑکیوں کے رشتے ڈھونڈنا آسان نہیں۔اب سکندر کو ہی دیکھ لیں، اس لڑکی کو بیاہ کر تو لے آیا۔مگر اب پچھتا رہا ہے۔ہر بات میں من مانی کرتی ہے۔اگر سکندر اسے روکتا ہے۔تو پورا گھر سر پہ اٹھا لیتی ہے۔مجھ سے کئی بار معافی مانگ چکا ہے۔میں نے بھی تنگ آ کر اس سے صاف کہہ دیا۔جو ہوا اچھا ہوا۔میری بہن اپنے گھر میں بہت خوش ہے۔خدانخواستہ اگر اقصیٰ کی شادی سکندر سے ہو جاتی۔تو الٹا سکندر اقصیٰ کو تنگ کرتا۔اب خود تنگ ہے، مجھے تو دیکھ کر بہت سکون ملتا ہے۔اسی لڑکی کے لیے میری بہن کو چھوڑ کر بھاگا تھا۔اب بھگتے مزہ۔''

سدرہ نے کہتے ہوئے سر کو جھٹکا۔

''آپی! میرا خیال ہے، ہم یہاں احمد بھائی کی بات کرنے کے لیے اکٹھے ہوئے ہیں اور آپ.....''

www.zemtime.com

اقصیٰ نے منہ بنا کر غصے سے کہا۔

''او اچھا۔ ہاں!'' سدرہ نے اپنے ماتھے پہ ہاتھ مارا۔

''ہاں ابو! اقصیٰ ٹھیک کہہ رہی ہے احمد کے لیے یہ رشتہ بالکل پرفیکٹ ہے۔''

''تو بس ٹھیک ہے۔ فاخرہ! تم احمد سے بات کرلو اگر وہ راضی ہے۔ تو ہم کل ہی رشتہ لینے چلیں گے۔'' سجاد صاحب نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''احمد بھائی کی طرف سے ہاں ہی سمجھیں۔ بہانے بہانے سے کئی بار مجھ سے اس کا پوچھ چکے ہیں۔'' اقصیٰ نے ہنستے ہوئے دھماکہ کیا۔

''کیا واقعی؟'' سدرہ چلائی۔ ''امی دیکھ لیں۔ آپ کا بیٹا کتنا گھنا میسنا ہے۔'' سب ہی قہقہہ لگا کر ہنس پڑے تھے۔

☆☆☆

اور پھر اگلے دن ہی وہ سب ہنستے مسکراتے مہناز بیگم کے گھر آ گئے تھے۔ تحفوں اور پھلوں، مٹھائیوں کے ٹوکرے کے ساتھ۔ اتوار کی وجہ سے زوہیب بھی گھر پہ تھا۔ اقصیٰ ہنستے مسکراتے ہوئے اس کے پاس آ کر کھڑی ہوئی۔ زوہیب نے سوالیہ نظروں سے اس کے چمکتے چہرے کی طرف دیکھا۔

''ابھی پتا چل جاتا ہے۔ اتنی بھی کیا بے صبری ہے؟'' اقصیٰ کہہ کر ہنسی۔ اور پھر کچھ ہی دیر میں سب کو پتا چل گیا تھا۔

''ہم ارم کے لیے اپنے بیٹے کا رشتہ لے کر آئے ہیں۔ پلیز مہناز بہن! ہمیں خالی ہاتھ مت لوٹانا۔ ہم بہت مان اور امید لے کر آئے ہیں۔'' سجاد صاحب کی بات پر مہناز بیگم کو تو جانو سکتہ ہی ہو گیا تھا۔ وہ کب اس قابل تھیں کہ احمد جیسا خوب صورت اور پڑھا لکھا لڑکا ان کی بیٹی کا مقدر بنتا۔ کتنے ہی ملنے والوں سے وہ ارم کے رشتے کی بات کر چکی تھیں۔ مگر ہر کسی کو کھلتی گندمی رنگت والی ارم نہیں سرخ سفید رنگت والی لڑکی چاہیے تھی۔ ایسے میں احمد کا پرپوزل۔

زوہیب تو خود حیران سا بیٹھا تھا۔ ''انکار مت کیجیے گا خالہ! آج میں آپ کی بہو نہیں اپنے بھائی کی بہن بن کر ریکویسٹ کر رہی ہوں۔ ہمیں اور ہمارے گھر کو ارم جیسی سلیقہ شعار اور پڑھی لکھی لڑکی چاہیے۔ بالکل آپ کی جیسی آپ جو دوسروں کو درد میں دیکھ کر خود بھی دکھی ہو جاتی ہیں۔ دوسروں کو خوش دیکھ کر ان سے کہیں زیادہ خوش ہوتی ہیں۔ یہ خوبیاں بہت انمول ہیں خالہ!'' اقصیٰ کہتے ہوئے اٹھی اور مہناز بیگم کے پاس زمین پہ آ بیٹھی۔

''ایسے مت کہو بیٹی! یہ مالک کی عطا ہے۔'' مہناز بیگم نم آنکھوں سے کہتی اقصیٰ کے سر پہ ہاتھ پھیرنے لگیں۔

''تو پھر خالہ! ہم ہاں سمجھیں۔'' سدرہ نے بے تابی سے کہا۔ تو مہناز بیگم نے سوالیہ نظروں سے بیٹوں کی طرف دیکھا۔ زوہیب اور حسن نے بیک وقت اثبات میں سر ہلا دیا۔ مہناز بیگم نے ہاں کی۔ تو فاخرہ بیگم اٹھ کر ان کے گلے لگ گئیں۔

اور اسی شام ارم کو احمد کے نام کی انگوٹھی پہنا دی گئی تھی۔ اور دو ماہ کے بعد شادی کی تاریخ بھی رکھ دی گئی تھی۔ شام حسین تھی، بہت حسین۔ زوہیب نے مسکرا کر ادھر ادھر پھرتی اقصیٰ کو استحقاق بھری نظروں سے دیکھا۔ جو اسے ابھی آئی کہہ کر کبھی کچن میں گم ہو جاتی۔ تو کبھی مہناز بیگم کے کمرے میں، گھر والوں کے جانے کے بعد اقصیٰ کمرے میں آئی تو زوہیب اس کا منتظر تھا۔

''یہ سب کیا ہے؟'' اس نے اقصیٰ کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے پوچھا۔

''کیا ہے۔'' وہ کہہ کر ہنسی اور پھر ہنستی چلی گئی۔ سامنے کھڑکی سے نظر آتے چاند کو دیکھنے لگی۔

''یہ جو چاند ہے نا۔ زوبی اس کی خوب صورتی، اس کی چاندنی کو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کتنے ہی گہرے سیاہ بادل اسے اپنی لپیٹ میں کیوں نہ لے لیں۔ جب بھی بادلوں کا سایہ چھٹے گا۔ یہ اسی طرح چمکے گا۔ اپنی چاندنی سے ہر شے کو منور کر دے گا۔ نیکی بھی ایسی ہی ہوتی ہے۔ اور نیکی کی توفیق اللہ ہر ایک کو عطا نہیں کرتا۔''

وہ پلٹ کر زوہیب کو دیکھنے لگی۔ ''نہیں

www.zemtime.com

معلوم میں نے زندگی میں ایسی کون سی نیکی کی تھی۔ جو مجھے آپ سب ملے۔ مجھے سمجھنے والا ہم سفر ملا۔ جس نے میری کوتاہیوں کو میری کمزوری نہیں بنایا۔ بلکہ مجھے بہادر بنا ڈالا۔ میں جو پورا ایک سال لوگوں سے چھپ کر بیٹھتی تھی۔ تو زوبی اصل میں یہ خود سے شناسائی کا دور تھا۔ میں خود سے ملی۔ میں نے خود کو جانا۔ ہم کتنے جلد باز لوگ ہیں نا۔ جو گزر جاتا ہے۔ اس کا سوگ مناتے ہیں۔ اللہ نے جو عطا کیا۔ اس کی طرف کبھی نگاہ ہی نہیں کرتے۔ مہوش نے کہا۔ تمہارا شوہر تمہیں طعنے دیتا ہوگا۔ میں نے سوچا، اس نے تو کبھی مجھے یاد دلانے کی کوشش بھی نہیں کی۔ میں کتنی لکی ہوں نا۔ مگر میں نے آپ کی قدر نہیں کی۔ آپ کی محبت اور خلوص کو گھر اور پیسوں سے تولا۔ میں شکوے کرتی رہی۔ مجھے تو محل میں جانا تھا۔ تو پھر جھونپڑی میں کیسے آ گئی۔ لیکن پتا ہے مجھے اب احساس ہوتا ہے۔ یہ جھونپڑی جنت ہے۔ میری جنت اور آپ کی محبت میری انمول دولت۔'' وہ کہہ کر دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ چھپا کر رونے لگی۔

''آں ہاں، لگتا ہے، صحبت کا اثر ہونے لگا ہے۔ میری بیوی تو بڑی عقل مندی والی باتیں کرنے لگی ہے۔'' زوہیب نے اس کے قریب آتے ہوئے اس کے چہرے سے دونوں ہاتھ ہٹاتے ہوئے اسے چھیڑا۔ سرخ ناک اور سرخ آنکھیں زوبی کو طمانیت بخش رہی تھیں۔

''محبت اثر رکھتی ہے، محبت کبھی رائیگاں نہیں جاتی۔ زوہیب! اور پھر بات اگر میاں بیوی کے رشتے کی ہو۔ اسے وقت دو۔ وہ پوری شدت سے سرپٹ دوڑتی تمہاری پاس آئے گی۔''

زوہیب نے شکایت کی تھی تو مہناز بیگم نے امید کی دوڑ زوہیب کے ہاتھ میں تھمائی تھی۔ اس وقت اسے ان کی بات پہ بالکل بھی یقین نہیں آیا تھا۔

''یہ اماں بھی نہ جانے کہاں سے انہیں ساری باتوں کا پتا چل جاتا ہے۔'' زوہیب نے مسکرا کر سوچا۔ اور روتی ہوئی اقصیٰ کو اپنے ساتھ لگا لیا۔

''اور یہ ارم کے رشتے کی بات کہاں سے ذہن میں آئی۔'' زوبی کو یاد آیا تو اس نے اقصیٰ کو دونوں کندھوں سے تھام کر اپنے سامنے کرتے ہوئے پوچھا۔

''بس آ گئی۔ ارم بہت اچھی ہے زوہیب! یقیناً وہ ہمارے گھر کو خوشیوں سے بھر دے گی۔ آخر کو خالہ نے اس کی تربیت کی ہے۔'' اقصیٰ کو مہناز بیگم پہ بے اختیار بہت پیار آیا تھا۔

''ارم کا بھائی بھی بہت اچھا ہے۔'' زوہیب نے کہتے ہوئے اس کی ناک کھینچی۔

''پہلے میرا منہ دکھائی کا گفٹ دو۔'' اقصیٰ نے اپنی شفاف ہتھیلی اس کے سامنے پھیلائی۔

''گفٹ وہ تو میں نہیں لایا۔'' زوہیب نے ہونٹوں کو سکیڑا۔

''تو پھر ٹھیک ہے۔ وہ جو کیبنٹ کے سب سے نچلے والے حصے میں ریپر میں لپٹا گفٹ پڑا ہے۔ وہ میں خود ہی نکال لاتی ہوں۔'' اقصیٰ نے مزے سے کہا۔ تو زوہیب اچھل کر رہ گیا۔

''ارے یار! تم کتنی چالاک ہو۔ میرے جانے کے بعد میری چیزوں کی تلاشی لیتی ہو۔''

''ہاں نا، لیتی ہوں۔ شوہر ہیں آپ میرے۔ حق ہے یہ میرا۔'' اقصیٰ اترائی اور زوہیب پلٹ کر کیبنٹ سے پیکٹ نکال لایا۔

''تمہارا گفٹ ندیدی لڑکی۔'' اس نے وہ گفٹ اس کی ہتھیلی پہ رکھا۔ اقصیٰ نے جلدی سے ریپر کھولا۔ اور اس کے اندر سے مخملی رنگ کی سرخ ڈبیا نکالی۔ اقصیٰ نے اسے کھولا تو وہ گولڈ کی رنگ تھی۔

''واؤ! یہ تو بہت پیاری ہے۔'' اقصیٰ نے رنگ کو اپنی انگلی میں پہنا اور خوشی سے چلائی۔

''میں بھی بہت پیارا ہوں یار۔''

''ہاں آپ بھی بہت پیارے ہیں۔ بہت انمول ہے۔'' اقصیٰ نے دل سے کہا اور آنکھوں کو موند لیا۔

www.zemtime.com